بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار

مسمّٰی

شاہدِ قدرت

معروف بہ

علمی جواہر پارے

نتیجۂ فکر

جامع الشریعت والطریقت جامعِ منقول ومعقول حاویِ اُصول وفروع
خاتم الفقہاء والمحدثین جانشین اسلاف حضرت فقیہ الاُمت
جناب مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم

توضیح وتشریح

احقر محمد یوسف تاؤلوی خادم تدریس دار العلوم دیوبند

مکتبہ فقیہ الامت دیوبند

نام کتاب .... علمی جواہر پارے

افادات ... حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم

شارح .... احقر محمد یوسف تاؤلوی خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

کتابت .... مطیع الرحمٰن اعظمی مدرس خادم العلوم باغونوالی

سن اشاعت .. ۱۴۱۳ھ

تعداد ... ایک ہزار

فہرست مضامین علمی جواہر پارے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

مقصدِ تشریح

یہ اشعار سیدی و مرشدی حضرت الاستاذ فقیہ الامت جامع الشریعت والطریقت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مفتیِ اعظم ہند دامت فیوضہم کے ہیں۔ فقیر نے قصورِ باع اور کوتاہ فہمی کے باوجود انکی تشریح کی ہے۔ اس سے فقیر کا مقصد یہ ہے کہ دیکھنے والوں کے لئے سمجھنے میں سہولت ہو جائے کیونکہ اکثر مقامات پر حضرت نے اونچے مضامین ارشاد فرمائے ہیں، نیز میرا مقصد استبراک ہے کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ حضرت والا کے خدام میں شامل فرما کر دنیا و آخرت کی منزلیں آسان فرما دے۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

عدد کی تعریف

میں نے اس کی تشریح سے فراغت کے بعد یہ حضرت والا کو سنائی۔ حضرت نے بعض جگہ اصلاح بھی فرمائی اور فراغت کے دن حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ لندن میں جب میری آنکھ کا آپریشن ہوا تو آپریشن کے بعد ایک دن اسپتال ہی میں میرے پاس ڈاکٹر صاحب آئے اور میری طرف دو انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے پوچھا یہ کے ہیں؟ میں نے کہا۔ ایک اور تین کے مجموعہ کا نصف، یعنی دو۔ اوّلاً تو وہ سمجھا نہیں پھر اس کو سمجھایا گیا تو اس کی سمجھ میں آ گیا اور اس نے کہا کہ ہمارے یہاں ایسے گنتی نہیں ہوتی۔

درحقیقت عدد مجموعۂ حاشیتین کے نصف کو کہتے ہیں مثلاً تین کا ایک حاشیہ

(طرف) دو ۲ ہے اور ایک حاشیہ چار ہے۔ دونوں کا مجموعہ چھ ہوا، اور اس کا نصف تین ہے پس یہ عدد ہوا۔ اسی طرح گیارہ کا ایک حاشیہ دس ہے، اور ایک حاشیہ بارہ ہے۔ دونوں کا مجموعہ بائیس ۲۲ ہوا، اور اس کا نصف گیارہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک عدد نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ایک حاشیہ تو دو ہے اور دوسرا حاشیہ نہ ارد ہے تو اس پر عدد کی تعریف ہی صادق نہیں آتی۔

اقسام عدد پھر عدد کی تین قسمیں ہیں (۱) زائد (۲) مساوی (۳) ناقص۔ اگر عدد کی کسور کا مجموعہ اصل عدد سے بڑھ جائے تو وہ عددِ زائد ہے، جیسے بارہ ۱۲۔ اس کی کسور نصف (۶)، ثلث (۴)، ربع (۳)، سدس (۲) ہیں۔ اور ان سب کا مجموعہ پندرہ ۱۵ ہوتا ہے جو اصل عدد سے زائد ہے۔ اس لئے یہ عددِ زائد کہلائیگا۔

اور اگر کسرات کا مجموعہ اصل عدد کے مساوی ہو تو وہ عددِ مساوی کہلائیگا جیسے چھ ۶ کہ اسکی کسرات نصف (۳)، ثلث (۲)، سدس (۱) ہیں۔ جن کا مجموعہ اصل عدد سے کم ہو تو وہ عدد ناقص کہلائیگا۔ مثلاً آٹھ ۸، کہ اس کی کسور۔ نصف (۴)، ربع (۲)، ثمن ایک ہیں۔ جن کا مجموعہ سات ۷ ہوتا ہے جو اصل عدد سے کم ہے۔ اس لئے آٹھ کا عدد ناقص کہلائے گا۔

لطیفۂ غیبی پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ پھر وہاں ایک لطیفۂ غیبی میری طرف متوجہ ہوا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ مجھے کہیں دیکھا ہے تو میں نے کہا جی ہاں دیکھا ہے۔ اس نے پوچھا کہاں دیکھا ہے۔ تو میں نے ان اشعار میں بتایا کہ ان سب جگھوں میں دیکھا ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ میری مراد لطیفۂ غیبی ہے۔ اور اس نے دیوسف نے) تشریح کردی کہ اللہ کو دیکھا ہے۔

وحدۃ الشہود

مگر میں نے اسکی تشریح یہی کی کہ اللہ کو دیکھا ہے اور یہ وہ رویت نہیں جس کی حضرت موسیٰؑ نے درخواست کی تھی جس کا تحمل انسان دنیوی آنکھوں سے نہیں کرسکتا بلکہ یہ وحدۃ الشہود ہے کہ تمام چیزوں کو حق تعالیٰ کی قدرت کا اور اس کے حکم تکوینی کا مظہر جانے، اور اس کیفیت کا ایسا استحضار ہو جائے جو ملکہ کی صفت اختیار کر جائے۔ جب بندہ کو یہ کیفیت حاصل ہو جائے گی تو ہر چیز کو دیکھتے وقت اسکی نظر خلاقِ عالم حق سبحانہ وتعالیٰ پر ہو گی۔ اور جملہ کائنات کو، خیر اور شر کو، راحت و تکلیف کو اس کی مشیت اور حکم تکوینی کا مظاہر جانیگا۔

دلیل

ایک دن مجلس میں حضرت کو اس کی تشریح سنا رہا تھا تو حافظ طیب صاحب مالک مکتبہ نعمانیہ نے حضرت اقدس سے اس کی تشریح کا سوال کیا۔ تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بچپن ہی سے میرا یہ حال ہے کہ طبیعت پر وحدۃ الشہود کا غلبہ ہے۔ جب کسی چیز کو دیکھتا ہوں تو نظر اُس خالق پر جاتی ہے۔ حافظ صاحب موصوف نے مزید تشریح چاہی، مگر آگے حضرت اقدس نے سکوت اختیار فرمایا۔ اس لئے فقیر نے جو تشریح کی ہے وہ درست ہے اور حضرت کا فرمانِ اول اجمال پر محمول ہے اور ثانی اس کی تفصیل ہے۔

لطیفہ غیبی

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ حضرت (مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ) سے کسی نے شکایت کی کہ رات کو خواب میں تہجد کیلئے کوئی صاحب روزانہ جگا دیا کرتے تھے ایک روز میں نے اٹھنے میں سستی کی تو وہ خواب بند ہو گیا۔ اس پر حضرت گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا۔

"لطیفۂ غیبی مہما نیست نازک مزاج کہ بادنیٰ بے التفاتی رو میگرداند"

یعنی لطیفۂ ربانی ایسا نازک مہمان ہے جو ذراسی بے توجہی سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اس لئے سالک کو چاہئے کہ ایسے لطائف کی قدر کرے، اس کو فضلِ خدا سمجھ کر اس کا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرے۔ (ملفوظات صہ ۵۲/۱)

خلاصۂ کلام

تمام کائنات جمالِ خداوندی کا آئینہ ہے۔ یعنی جس چیز میں جو جمال و کمال ہے وہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ہی جمال و کمال ہے۔ کہ اسی کے پیدا کرنے سے وہ پیدا ہوا اور وجود میں آیا، جس چیز میں جو خوبی ہے وہ اسی مالک و خالق کی ہی خوبی ہے کہ مصنوع کی خوبی درحقیقت صانع کی خوبی ہوتی ہے۔ لہٰذا عالم کا ہر ہر ذرہ حق تعالیٰ شانہ کے جلال و جمال، قدرت و کمال کا مظہر و آئینہ ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں جگہ جگہ مخلوقات میں جگہ جگہ غور فرماکر کرنے کا حکم اور اس کی ترغیب ہے کہ ان میں غور و فکر کرنے سے حق تعالےٰ شانہٗ کی قدرت، کمال، جمال، صفات کا مشاہدہ ہوتا ہے، جس سے حق تعالےٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ حضرتِ اقدس زید مجدہم کی ان اشعار میں یہی مراد ہے۔

وحدۃ الوجود

تمام مخلوقات تاریکی ہے اور اس میں حق کے ظہور نے اسکو منور کر رکھا ہے تو جس نے مخلوقات کو دیکھا اور اس میں یا اس کے قریب یا اس سے پہلے یا اس سے پیچھے حق سبحانہٗ کا مشاہدہ نہ کیا تو اس کی نظرِ بصیرت سے انوار کا وجود فوت ہوگیا اور معارف کے آفتاب آثار کے بادلوں میں اس سے چھپ گئے۔

نیز وجودِ حقیقی صرف ذاتِ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا ہے اور ماسوا اس کے سب حقیقۃً معدوم ہیں۔ اس لئے کہ اگر وجود میں کوئی اور شئ شریک ہو تو یہ توحید کے خلاف ہے۔ کیونکر خیال میں آسکتا ہے کہ کوئی شئ اس کے مشاہدہ کو روک دے حالانکہ ہر ایک چیز میں اس کا جلوہ ظاہر ہے کیونکر خیال میں آسکتا ہے کہ کوئی شئ

اس کی آڑ بن جائے حالانکہ تمام موجودات کے وجود سے بیشتر وہ ظاہر باہر ہے کیونکر خیال میں آسکتا ہے کہ کوئی شئے اس کے مشاہدہ کو مانع ہو حالانکہ وہ سب سے زیادہ ظاہر ہے۔

مخلوقات درحقیقت معدوم ہیں اور وجودِ حقیقی باری تعالیٰ کیلئے ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وجود عدم سے زیادہ ظاہر ہے پس حق تعالیٰ کا ظہور مخلوقات سے زیادہ ہے اور ظہور اس کیلئے حقیقۃً ثابت ہے اور مخلوق کیلئے مجازًا وتبعًا۔ اور ظہورِ ذاتی ظہورِ عرضی سے زیادہ ہوتا ہے اور شدتِ ظہور ہی کے سبب سے عقول اُس کا ادراک نہیں کرسکتیں۔ جیسے مُوشِ کور (چھچھوندر) اپنی ضعفِ بصارت کیوجہ سے آفتاب کی روشنی کا ادراک نہیں کرسکتی، تو اس سے دن کی روشنی کا ظہور کم نہ کہا جائے گا۔ کیونکر خیال کیا جاسکتا ہے کہ کوئی چیز اس کیلئے حجاب ہوسکے حالانکہ وہی اکیلا ہے اس کے ساتھ کوئی موجود نہیں۔

نورِ عقل سے مشاہدہ

نورِ عقل اور علم الیقین تجھکو اس کے قُرب کا مشاہدہ کراتا ہے اور نورِ علم اور عینُ الیقین اس کے وجود کے سامنے تجھکو تیرے عدم کا مشاہدہ کراتا ہے اور نورِ حق اور حقُ الیقین صرف اس کے وجود کا مُشاہدہ کراتا ہے، نہ تیرے وجود کا نہ تیرے عدم کا۔ یعنی سالک جب مولیٰ کی طلب میں مشغول ہوتا ہے اور تمام طاعات بجالاتا ہے اور ذکرِ لسانی وقلبی حسبِ ہدایت شیخِ کامل کرتاہے تو اس کے قلب کی کشادگی کی یہ صورت ہوتی ہے کہ اس کو اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل سے ایک نور قلب میں القاء فرماتا ہے جس کو نورِ عقل اور علم الیقین کہتے ہیں۔ اُس نور سے سالک اپنے رب کا قرب مشاہدہ کرتا ہے۔ یعنی اسکے قلب کو ذوقی و وِجدانی طریقہ سے یہ امر ہروقت پیش نظر ہوتا ہے کہ میں اپنے مولیٰ حقیقی کے سامنے حاضر ہوں اور اس

کا اثر یہ ہو گا کہ نفس کی طاعت سے سرکشی جاتی رہے گی اور اس کی کدورات واخلاقِ ذمیمہ کا غلبہ مٹ جائیگا اور حیاء کا غلبہ اور منہیات سے پرہیز اور اوامر کی بجاآوری میں مستعد ہو جائیگا۔ جب اس حالت کا رسوخ ہو جاتا ہے تو اس کے بعد دوسرا نور قلب میں حق تعالےٰ عطا فرماتا ہے جسکو نورِ علم اور عینُ الیقین بھی کہتے ہیں۔ اس نور سے سالک سوائے حق تعالےٰ کے سب کو اور اپنے نفس کو معدوم اور لاشئ دیکھتا ہے۔ یعنی پہلے نور کے بعد تو حالت یہ تھی کہ سالک اپنے آپ کو حق تعالےٰ کے سامنے حاضر دیکھتا تھا۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ اپنا وجود سالک کی نظر کے سامنے تھا اور اس نور کے بعد یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اپنا اور ہر شئے کا عدم اور ذاتِ واحد کا وجود نظر کے سامنے ہو گا۔ اس مشاہدہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مخلوق میں سے کسی شئ پر سہارا اور اعتماد اس کو نہیں ہوتا اور نہ مخلوقات کی طرف التفات ہوتا ہے۔ اس مقام پر پہنچکر تفویض اور توکل اور رضا بر قضا اور تسلیم کا درجہ بندہ کو نصیب ہوتا ہے اس کے بعد تیسرا نور قلب میں آتا ہے اس کو نورِ حق اور حق الیقین کہتے ہیں۔ اس نور سی سالک صرف ذاتِ مقدسہ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اپنا اور کائناتِ عالم کا نہ وجود نظر میں رہتا ہے اور نہ عدم یعنی اس مقام پر اس کو التفات الی الخلق کی جانب واپس کیا جاتا ہے۔ اور ایسا شخص عارف کہلاتا ہے جس کی نظر میں سوائے ہستیِ حق کے کوئی شئ نہیں رہتی، ماسواء حق کے سب فانی ہو جاتا ہے نہ اُس کی نظر میں کوئی شئے موجود ہے نہ معدوم۔ ذاتِ واحد کے سوا کسی شئ کا مشاہدہ نہیں کرتا، جو شئے اُسکے سامنے ہوگی اس میں وہ حق اور صفاتِ حق کا جلوہ دیکھے گا مخلوقات میں اگر اس کے جلوہ کی روشنی نہ ہوتی تو دکھائی نہ دیتے اگر اس کی صفاتِ کمال کا ظہور (تام) ہوتا تو تمام مخلوقات نیست

ونابود ہو جاتی۔

جب تک تو مخلوقات میں خالق کا مشاہدہ نہ کرے اُن کا تابع ہے اور جب تو اس کا مشاہدہ کرے تو مخلوقات تیرے تابع ہے۔

قلوب جو کچھ رنج والم پاتے ہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ مشاہدہ سے معدوم ہیں جو دنیا میں موجود ہو اور اس کے لئے علوم ومعارفِ غیبیہ کے دروازے مفتوح نہیں ہوئے تو وہ اپنی شہوات ولذات کے احاطوں میں مقید اور اپنی ذات کے چکر میں گھرا ہوا ہے۔ یہ مضمون اکمال الشیم سے ماخوذ ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ کا فرمان

حافظ ابن تیمیہؒ فتاویٰ ج ۱۰ ص ۲۲۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مشائخ حقہ جب اس طرح کے الفاظ کہیں کہ میں اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتا تو اس سے انکی مراد یہی ہوتی ہے کہ میں اللہ تعالےٰ کے علاوہ رب کی حیثیت سے کسی کو نہیں دیکھتا اور خالق و مدبر اور معبود کی حیثیت سے کسی کو نہیں دیکھتا اور یہ کہ اس کے علاوہ پر جب نظر پڑتی ہے تو نہ اس کی محبت ہوتی ہے نہ اس سے خوف ہوتا ہی کیونکہ آنکھ تو اسی کو دیکھتی ہے جس سے دل لگا ہوا ہو۔ اس قول سے مشائخ کی مراد ہرگز نہیں ہوتی کہ اللہ کے علاوہ جن مخلوقات کو میں دیکھ رہا ہوں یہ رب ہیں یا خالقِ سمٰوٰت والارض ہیں۔ کیونکہ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے کہ جو انتہائی گمراہی اور فسادِ عقلی وفسادِ اعتقاد تک پہونچا ہوا ہو۔

حضرت اقدس زید مجدہم

سیدی ومرشدی حضرت فقیہ الامت جامع الشریعت والطریقت گنگوہ ضلع سہارنپور میں اوائل جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ مظاہر علوم سہارنپور اور دار العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔

۱۳۵۱ھ میں مظاہر علوم سہارنپور سے حدیث کی تکمیل کی اور وہیں تقریباً بیس ۲۰ سال تک مسندِ تدریس و افتاء پر فائز رہے۔ پھر ۱۳۷۱ھ سے ۱۳۸۴ھ تک چودہ ۱۴ سال کے قریب مدرسہ جامع العلوم کانپور میں مسندِ صدارت و افتاء پر فائز رہے اور مسلسل کتب حدیث کا بھی درس دیا۔

پھر ۱۳۸۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں تشریف آوری ہوئی اور مسندِ افتاء پر فائز ہو کر وہ کارنامے انجام دیئے جس کا اعتراف ہر منصف مزاج کو ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ ایک مدت تک بخاری شریف جلد ثانی کا درس دیا۔

حضرت اقدس مدظلہ کی بعض خصوصیات

حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ نے جامع الاشتات بنایا ہے۔ آپ کا جمال و کمال، حسن ظاہری و باطنی ایسا وصف ہے جس کی مثال شاذ و نادر ہی کہیں ملتی ہے۔ اگر آپ جید حافظ ہیں تو فن قرارت و تجوید کے بھی امام ہیں۔ عالم ربانی ہونے کے ساتھ ساتھ باتفاقِ اربابِ افتاء فقیہ الامت بھی ہیں۔ اگر میدانِ مناظرہ میں تشریف لیجائیں تو باطل کی دھجیاں بکھرتی ہوئیں سب پر عیاں ہوتی ہیں۔ ایسے شیخ طریقت بھی ہیں جہاں سے بیشمار مخلوق فیضیاب ہو کر تشنگانِ معرفت کو سیراب کرتی ہے۔ اگر آپ بہترین خطیب ہیں تو صاحب توجہ بھی ہیں اور صاحب کشف و کرامت بھی۔

آپ کی خانقاہ میں واردین و معتقدین کا ایسا ہجوم رہتا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے روحانی شہنشاہیت عطا فرمائی ہے۔ بعض حجازی اربابِ دل نے خواب میں دیکھا کہ آپ کو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے

قیمِ وقت کا عہدہ تفویض ہوا۔

قلب میں عشقِ الٰہی کی سوزش موجزن رہتی ہے تو زندگی کا ہر گوشہ سنتِ نبویہ سے معمور رہے، اشاعتِ دین کی ایسی لگن کہ ایسی نازک حالت میں بھی نسائی شریف کا درس دیتے ہیں جبکہ بدن بے قابو ہے اور حجرہ سے نماز کیلئے بھی دو تین آدمیوں کے سہارے بمشکل تمام تشریف لیجاتے ہیں۔

آپ کے تلامذہ و متوسلین کی ایک بڑی تعداد ہے جن میں بڑے بڑے محدثین و مشائخ بھی ہیں۔ جن میں حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور قاری محمد صدیق صاحب باندوی مدظلہٗ اور حضرت مولانا سعید احمد خانصاحب اور قاری امیر حسن صاحب ہردوئی اور مفتی مظفر حسین صاحب وغیرہم ہیں۔ ان حضرات کو حضرتِ والا سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدس کو صحت و عافیت کے ساتھ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے، اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ مستفید ہونیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

****

محمد یوسف تاؤلی خادم دارالعلوم دیوبند

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
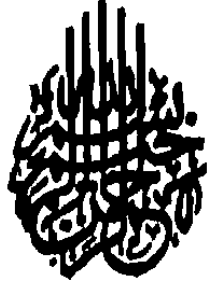
شاہدِ قدرت

قرآں کے سپاروں میں ❊ احساں کے اشاروں میں
ایماں کے سنواروں میں ❊ معصوم پیاروں میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت حضرت فرماتے ہیں کہ قرآن میں اور اس کے ہر ہر جزء میں مشاہدۂ حق ہے۔ اسی طرح احسان میں ایمان کی سجاوٹ وکمال میں اور انبیاء کی عصمت میں۔ میں اللہ ہی کو دیکھتا ہوں۔

تو حضرت کے اس ارشاد میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے (۱) قرآن (۲) احسان (۳) ایمان (۴) معصوم (۵) مشاہدۂ حق۔

تفصیلِ اوّل سی کے معنے تیس۔ پارہ: حصہ، جزء، ٹکڑا۔ یعنی قرآن کے تیس پارے۔

قرآن اللہ کا کلام ہے۔ جس کا اطلاق اس کلام پر بھی ہوتا ہے جو اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اور اس کلام پر بھی ہوتا ہے جسکو ہم پڑھتے اور سنتے اور دیکھتے ہیں۔ اول کو کلامِ نفسی اور ثانی کو لفظی سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ اول میں نہ ترکیب ہے اور نہ تجزی ہے اور وہ دیگر صفاتِ ذاتیہ کے مثل قدیم اور غیر مخلوق ہے۔ اور ثانی میں ترکیب و تجزی ہے اور یہی متحدیٰ بہ ہے جس نے سب کو اپنا مثل

لانے سے عاجز کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسکو اپنی عبادت کا مکلف بنایا۔ اب عبادت کے طریقوں کو بتانیکی ضرورت تھی تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابیں نازل فرمائیں اور ان پر عمل کے طریقوں کو بتانے کیلئے انبیاء کو بھیجا۔ ان میں سب سے آخری کتاب قرآن اور سب سے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو حفظ کرانے کے علاوہ اس کو لکھوانے کا بھی اہتمام فرمایا۔ تفصیل کیلئے دیکھئے مجمع الزوائد ص ۱۵۶ ج ۱ ، فتح الباری ص ۱۸ ج ۹ ، زاد المعاد ص ۳۰ ج ۱ ۔

حضرتِ ابوبکرؓ کے عہد میں جمع قرآن

لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کے جتنے نسخے لکھے گئے تھے انکی کیفیت یہ تھی کہ یا تو وہ متفرق اشیائ پر لکھے ہوئے تھے یا وہ مکمل نسخے نہیں تھے۔ اس بناء پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں یہ ضروری سمجھا کہ قرآن کریم کے ان منتشر حصوں کو یکجا کر کے محفوظ کر دیا جائے۔

عہدِ عثمانؓ میں جمع قرآن

جب حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر روم اور ایران کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا۔ ہر نئے علاقہ کے لوگ جب مسلمان ہوتے تو وہ اُن مجاہدینِ اسلام یا اُن تاجروں سے قرآن کریم سیکھتے جن کی بدولت انھیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی اور چونکہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا تھا اور مختلف صحابۂ کرامؓ نے اسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مختلف قراءتوں کے مطابق سیکھا تھا۔ اس لئے ہر صحابی نے اپنے شاگردوں کو اسی قراءت کے مطابق پڑھایا جیسے انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا تھا۔ اس طرح قراءتوں کا یہ اختلاف دور دراز ممالک تک پہنچ گیا۔ حضرت عثمانؓ آئندہ اختلاف کا خطرہ محسوس کر چکے تھے اسلئے

بمشورۂ صحابہؓ قرآن کو مرتب کیا اور لغتِ قریش کے مطابق کیا البتہ قرآن کریم میں نقطے اور اعراب نہیں لگائے گئے۔

تلاوت میں آسانی پیدا کرنے کے اقدامات

حضرت عثمانؓ کے مذکورہ بالا کارنامے کے بعد امت کا اس پر اجماع ہو گیا کہ قرآن کریم کو رسم عثمانی کے خلاف کسی اور طریقہ سے لکھنا جائز نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد تمام مصاحف اسی طریقے کیمطابق لکھے گئے اور صحابہؓ و تابعینؒ نے مصاحفِ عثمانی کی نقول تیار کر کے قرآن کریم کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی۔ لیکن ابھی تک قرآن کریم کے نسخے چونکہ نقطوں اور زیر و زبر اور پیش سے خالی تھے اس لئے اہلِ عجم کو ان کی تلاوت میں دشواری ہوتی تھی۔ اس لئے قرآن پر نقطے لگانیکی حاجت محسوس ہوئی۔

نقطے

اہلِ عرب میں ابتداءً حروف پر نقطے لگانیکا رواج نہیں تھا۔ اور پڑھنے والے اس طرز کے اتنے عادی تھے کہ انھیں بغیر نقطوں کی تحریر پڑھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی اور سیاق و سباق کی مدد سے مشتبہ حروف میں بآسانی امتیاز ہو جاتا تھا۔ مگر عجمیوں کے لحاظ سے نقطے لگانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

اس میں روایات مختلف ہیں کہ قرآن کریم میں سب سے پہلے نقطے کس نے ڈالے؟ بعض روایتیں یہ کہتی ہیں کہ یہ کارنامہ سب سے پہلے حضرت ابوالاسود دؤلیؒ نے انجام دیا۔ (البرھان ص ۲۵۰ ج ۱)۔ اور بعض نے کہا ہے کہ کوفہ کے گورنر زیاد ابن ابی سفیان نے ان سے یہ کام کرایا۔

اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ کارنامہ حجاج بن یوسف ثقفی نے حسن بصریؒ، یحیٰی بن یعمرؒ اور نصر بن عاصم لیثیؒ کے ذریعہ انجام دیا۔ (تفسیر قرطبی ص ۶۳ ج ۱)

حرکات

نقطوں کی طرح شروع میں قرآن کریم پر حرکات. زیر، زبر، پیش بھی نہیں تھیں اور اس میں بھی بڑا اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کس نے حرکات لگائیں۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ کام سب سے پہلے ابوالاسود دؤلیؒ نے انجام دیا۔ بعض کہتے ہیں یہ کام حجاج بن یوسف نے یحیی بن یعمر اور نصر بن عاصم لیثی سے کرایا۔ (قرطبی ص۶۳ ج۱)

اس سلسلے میں تمام روایات کو پیش نظر رکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حرکات سب سے پہلے ابوالاسود دؤلیؒ نے وضع کیں لیکن یہ حرکات اسطرح کی نہ تھیں جیسی آج کل رائج ہیں۔ بلکہ زبر کیلئے حرف کے اوپر ایک نقطہ (ـٔ) زیر کیلئے حرف کے نیچے ایک نقطہ (ب) اور پیش کیلئے حرف کے سامنے ایک نقطہ (ــ.) اور تنوین کیلئے دو نقطے (ت یا ب یا ــ:) مقرر کئے گئے۔ بعد میں خلیل بن احمدؒ نے ہمزہ اور تشدید کی علامتیں وضع کیں۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف نے یحیی بن یعمرؒ، نصر بن عاصم لیثیؒ اور حسن بصریؒ سے بیک وقت قرآن کریم میں نقطے اور حرکات دونوں لگانیکی فرمائش کی۔ اس موقع پر حرکات کے اظہار کیلئے نقطوں کے بجائے زیر، زبر، پیش کی موجودہ صورتیں مقرر کی گئیں تاکہ حروف کے ذاتی نقطوں سے ان کا التباس نہ ہو۔

احزاب یا منزلیں

صحابہؓ اور تابعین کا معمول تھا کہ وہ ہر ہفتے ایک قرآن ختم کر لیتے تھے۔ اس مقصد کیلئے انھوں نے روزانہ تلاوت کی ایک مقدار مقرر کر رکھی تھی جسے حزب یا منزل کہا جاتا ہے اس طرح پورے قرآن کو کل سات احزاب پر تقسیم کیا گیا تھا۔ (البرھان ص۲۵۰ ج۱)

اجزاء یا پارے

آجکل قرآن کریم تیس اجزاء پر منقسم ہے۔ جنھیں تیس پارے کہا جاتا ہے۔ یہ پاروں کی تقسیم معنے کے اعتبار سے نہیں بلکہ بچوں کو پڑھانے کیلئے آسانی کے خیال سے تیس مساوی

حصوں پر تقسیم کر دیا گیا ہے چنانچہ بعض اوقات بالکل ادھوری بات پر پارہ ختم ہو جاتا ہے
یقین کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ تیس پاروں کی تقسیم کس نے کی ہے؟
بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مصاحف نقل کراتے وقت انھیں
تیس ۳۰ مختلف صحیفوں میں لکھوایا تھا۔ لہذا یہ تقسیم آپ ہی کے زمانہ کی ہے لیکن متقدمین
کی کتابوں میں اسکی کوئی دلیل نہیں ملتی۔ البتہ علامہ بدرالدین زرکشیؒ نے لکھا ہے کہ
قرآن کے تیس پارے مشہور چلے آتے ہیں۔ اور مدارس کے قرآنی نسخوں میں ان کا
رواج ہے۔ (البرہان صفحہ ۲۵۰/۱ و مناہل العرفان ص ۴۰۲/۱)
بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقسیم عہد صحابہؓ کے بعد تعلیم کی سہولت کیلئے کیگئی ہے۔

رکوع

رکوع کی تعین قرآن کریم کے مضامین کے لحاظ سے کی گئی ہے یعنی جہاں
ایک سلسلۂ کلام ختم ہوا وہاں رکوع کی علامت (حاشیہ پر حرف ع) بنا دی
گئی۔ اس علامت کا مقصد آیات کی ایسی متوسط مقدار کی تعیین ہے جو ایک رکعت
میں پڑھی جا سکے۔ اور اسکو رکوع اس لئے کہتے ہیں کہ نماز میں اس جگہ پہونچکر رکوع
کیا جائے۔ پورے قرآن میں ۵۵۷ رکوع ہیں۔ حضرات مفسرینؒ عام طور سے ۵۴۰ رکوع
بیان کرتے ہیں مگر یہ غلط ہے بلکہ رکوعات کی صحیح تعداد ۵۵۷ ہے۔

قرآن کریم سے متعلق کچھ تاریخیں

۱۲ھ بعہد ابوبکر صدیقؓ نسخۂ اجتماعی تیار ہوا۔
۱۵ھ بعہد فاروقی نمازِ تراویح میں پورا قرآن پڑھنے کی سنت جاری ہوئی۔ ۲۸ھ
بعہد عثمان لغاتِ ستہ کی تنسیخ اور لغتِ قریش پر اجماع عام ہوا اور لغتِ قریش
میں نقولِ عثمانی تیار ہوئیں۔ ۸۶ھ میں گورنرِ عراق حجاج بن یوسف کے حکم سے
نصر بن عاصمؒ، یحییٰؒ، خلیل بن احمدؒ وغیرہ نے مروجہ اعراب و نقطے لگائے جو تا حال
قائم ہیں۔

۷۵ھ میں قرآن کو تیس پاروں میں اور ہر پارہ ربع۔ نصف اور تین پاؤں میں تقسیم کیا گیا۔ (ایک عالمی تاریخ ص۶۴)۔

خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ اے خدا میں نے تجھے قرآن کے سپاروں میں دیکھا ہے:

جب ہر مخلوق میں اسکی صفتِ خالقیت جلوہ گر ہے اور تمام مخلوقات اس کی صفتِ خالقیت کا مظہر ہے تو قرآن کریم جو ہمارے پاس موجود ہے یہ کلام باری ہے تو اس کلام میں متکلم کیوں جلوہ گر نہ ہوگا۔ کما قیل[1]

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل ؛ ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

تفصیلِ ثانی

احسان: الاحسان لغۃً فعل ما ینبغی ان یفعل من الخیر وفی الشریعۃ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ (کتاب التعریفات للسید)

یعنی لغت میں احسان اچھے کام کا کرنا ہے اور شریعت میں احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کی جائے گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ صفت نہ پیدا ہو سکے تو کم از کم یہ ہو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اور یہ حضرتِ ربوبیت کا مشاہدہ نورِ بصیرت سے ہوگا،

---

[1] یہ زیب النساء کا شعر ہے۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ ایرانی شہزادے نے ایک مصرعہ بنایا تھا۔ "دُرِ ابلق کسے کم دیدہ موجود" دوسرا مصرع اس سے نہ بن سکا اور نہ وہاں کے شعراء سے تو پھر دوسرا مصرع زیب النساء نے بنایا تھا اور وہ یہ ہے:" مگر اشکِ بتانِ سرمہ آلود" پھر شاہِ ایران کیطرف سے اس شاعر کی طلب آئی تو اس پر زیب النساء نے یہ شعر ارسال کیا تھا۔ میں کلام میں ایسی پوشیدہ ہوں جیسے پھول کی خوشبو پھول کی پتیوں میں جو مجھے دیکھنا چاہے وہ میرا کلام دیکھ لے۔ ۱۲ محمد یوسف تاؤلی

حقیقی رویت نہ ہوگی۔ اسی وجہ سے حدیث میں کانک تراہ فرمایا گیا ہے۔ رویت حقیقی آخرت میں ہوگی، دنیا میں اگرچہ اس کا امکان ہے مگر اس کا وقوع نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت ہوئی یا نہیں، تو وہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اسی احسان کو بالفاظِ دیگر استحضار بھی کہا جاتا ہے اور یہی سارے تصوف کا خلاصہ ہے۔ کما قیل۔

جو گر حضرت نے فرمایا ہے استحضار و ہمت کا سراسر نسخۂ اکسیر اصلاحِ امت کا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی وہی تعریف فرمائی جو اوپر مذکور ہو چکی دیکھئے مشکوٰۃ شریف صـ۱۱ ۔ اور احسان وہ اخلاص اور حضور مع اللہ ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے مرقات ج۱ صـ۵۹ ۔

تفصیلِ ثالث

ایمان: اسکی پوری تفصیل ہم جواہر الفرائد شرح شرح العقائد میں کر چکے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایمان بسیط ہے جس کی حقیقت تصدیقِ قلبی ہے۔ اور محدثین کے نزدیک ایمان مرکب ہے جو تصدیقِ قلبی اور اقرارِ لسانی اور اعمال کا مجموعہ ہے مگر ان کے نزدیک اعمال اجزاءِ مکملہ ہیں اور معتزلہ اور خوارج کے نزدیک اجزاءِ مقومہ ہیں۔

خلاصۂ کلام

ایمان قلب کی ایک کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے بندہ اللہ کے فرمان کے سامنے ایسا ہو جائے جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں جس کی جانب اس آیت میں اشارہ ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ○

سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہانتک کہ تجھ ہی کو منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے۔

یعنی منافق لوگ کس بیہودہ خیال میں ہیں اور کیسے بیہودہ حیلوں سے کام نکالنا چاہتے ہیں انکو خوب سمجھ لینا چاہیئے ہم قسم کھاکر کہتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ تم کو اے رسول اپنے تمام چھوٹے بڑے مالی جانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ مانیں کہ تمہارے فیصلہ اور حکم سے ان کے جی میں کچھ تنگی اور ناخوشی نہ آنے پائے اور تمہارے ہر ایک حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کرلیں گے اس وقت تک ہرگز انکو ایمان نصیب نہیں ہوسکتا۔ ہر مومن کا ایمان عطیۂ خداوندی ہے اور اسی کے خلق کیوجہ سے ہے۔ تو ایمانِ مومن میں مشاہدۂ حق ظاہر ہے۔

تفصیلِ رابع

معصوم سے مراد انبیاء علیہم السّلام ہیں جو معصوم ہوتے ہیں اور قولِ محقق کے مطابق قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت ہر حال میں معصوم ہیں۔

چونکہ ان مقدس ہستیوں کا انتخاب اللہ رب العزت کرتا ہے اور وہ عالم الغیب وَ الشہادۃ ہے تو اس کے انتخاب میں غلطی کا امکان نہیں ہے اور اسکی واضح دلیل یہ ہے کہ کسی پیغمبر سے نبوت چھینی نہیں گئی۔ پیارا: بمعنیٰ محبوب، لاڈلا۔ حبیب: جس کا مصداقِ کامل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ اللہ کے بھی حبیب ہیں اور آپ کی محبت کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ (کما ورد فی الحدیث)۔

آپکا جمال لاثانی اور آپ کا کمال لاثانی ہے۔ آپ جمال میں ساری مخلوق سے فائق ہیں اور اپنے کمالِ علمی اور عملی میں کوئی نظیر نہیں رکھتے۔ شعر

محمد مصطفٰے محبوب ہیں یوں سب رسولوں میں کہ جیسے ہر گلاب افضل زمانہ بھر کے پھولوں میں

وقال بعضھم

جہاں میں حضرتِ صدیق سا انسان کیا ہوگا عمر فاروق جیسا عادلِ ذیشان کیا ہوگا
حیاداری میں کوئی ثانیِ عثمان کیا ہوگا علی شیرِ خدا سا صاحبِ میدان کیا ہوگا

صحابہ کا یہ عالم ہے تو پھر سلطان کیا ہوگا

تفصیل خامس

یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ جس وجود کا مشاہدہ کیا جاتا ہے یہ اُس وجودِ حقیقی واجب تعالیٰ شانہٗ کا ظل ہے جسکی حقیقت کے ادراک سے عقولِ عالیہ عاجز ہیں وہ باعتبار اپنی ذات کے باطن ہے اور باعتبار اپنی صفات کے شمس نصف النہار کیطرح ظاہر ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم و ز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

جس طرح ایک آئینہ کو فضاء کے مقابل کیا جائے تو ہر چیز اچھی بری، پاک ناپاک کو وہ اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہوگا اس کے باوجود وہ خود جملہ مرئیات کے اوصاف سے پاک ہوگا اور اس قدر اتصال کے باوجود الگ کا الگ۔ بس اسی پر وجودِ حقیقی کو قیاس کر لیجئے کہ باوجودِ اتصال ؎

اتصالے بے تکیّف بے قیاس ہست ربّ الناس را با جانِ ناس

اسکی تنزیہہ پر ان کا کوئی اثر نہیں۔ حُدوث اس کو چھُو بھی نہیں سکتا، خصائصِ ممکنات سے وہ قطعی پاک اور منزہ ہے۔

ہم شرح عقائد کی شرح میں اس کی صفاتِ ثبوتیہ اور سلبیہ پر تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں۔ بہرحال جہاں اور اشیاء مخلوقہ میں حق کا مشاہدہ ہوتا ہے ایسے ہی قرآن میں، احسان میں، ایمان میں، رسولوں میں حق کا مشاہدہ ہوتا ہے مگر یہ مشاہدۂ حق انھیں لوگوں کو ہو سکتا ہے جو اپنے نفس کو فنا کر چکے ہوں۔ جن کی شان یہ ہے ؎

الٰہی کیا بھرا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں جِلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفَس انکی

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ انکو یدِ بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

اور جن کی شان یہ ہے ؎

خدایاد آئے جنکو دیکھ کر وہ نور کے پتلے | نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظلِ رحمانی
یہی ہیں جنکے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر | انھیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انھیں کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے | انھیں کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں | پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی

اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

فقیر کا رسالہ نورنامہ میں ہمارے حضرت کی کیفیات کا اجمالی نمونہ دیکھا جاسکتا ہے۔

صدیقؓ کی شفقت میں | فاروقؓ کی سطوت میں
عثمانؓ کی عفت میں | کرارؓ کی ہیبت میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت حضرت مدظلہ فرماتے ہیں کہ خلفاء راشدینؓ کے اوصاف و کمالات میں اوصاف خداوندی کے مظاہر ہیں اور ان کے اوصاف و کمالات میں اوصاف ایزدی کا جلوہ نظر آتا ہے۔

صِدّیقؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ۔ آپکا نام عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مُرّہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی۔

مُرّہ پر آپ کا نسب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

اور صدیق آپ کا لقب ہے جس کی وجہ تاریخ الخلفاء للسیوطیؒ صہ ۲۹ پر مذکور ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دو سال اور کچھ ماہ بعد پیدا ہوئے اور تریسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ الاعلام للزرکلی ج ۴ صہ ۱۰۲ پر کہا ہے کہ آپ

ہجرت سے ۵۱ سال قبل پیدا ہوئے اور ۱۳ھ میں انتقال ہوا۔ مدتِ خلافت دو سال تین ماہ ہے اور الاعلام للزرکلی میں دو سال اور ساڑھے تین ماہ بیان کی ہے۔

آپؓ نے اور حضرت عثمانؓ نے زمانۂ جاہلیت ہی میں شراب چھوڑ دی تھی۔

آپؓ تمام صحابہ میں سب سے بڑے بہادر ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھئے تاریخ الخلفاء ص۳۶

اور تمام صحابہؓ میں سب سے زیادہ سخی ہیں۔ (تاریخ الخلفاء ص۳۸)

اور تمام صحابہؓ میں سب سے زیادہ سمجھدار اور سب سے بڑے عالم ہیں (تاریخ الخلفاء ص۴۱)

اور تمام صحابہؓ سے افضل ہیں بلکہ انبیاء کے علاوہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

آپؓ کی شان میں بہت سی آیات نازل ہوئیں اور آپکی مدحت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ تفصیل کیلئے تاریخ الخلفاء ص۴۸۔

آپؓ کی خلافت میں جو اہم امور پیش آئے وہ یہ ہیں (۱) لشکر اسامہؓ کی روانگی (۲) مرتدین سے قتال (۳) مانعینِ زکوٰۃ سے قتال (۴) مسیلمہ کذاب کا قتل (۵) جمع قرآن۔

آپؓ سب سے پہلے مسلمان ہیں اور سب سے پہلے جامع قرآن ہیں۔ اور سب سے پہلے قرآن کا نام مُصحف رکھنے والے ہیں۔ اور سب سے پہلے شخص ہیں جو خلیفہ کے نام سے موسوم ہوئے۔

آپؓ سے کتبِ حدیث میں ۱۴۲ روایات ہیں۔

۱۱ھ میں وفاتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روز خلیفہ ہوئے جسکی تفصیل یہ ہے

خلافتِ صدّیقی

جس روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ابھی تک غسل وتکفین کی نوبت نہیں آئی تھی کہ معلوم ہوا کہ سقیفۂ بنو ساعدہ پر انصار جمع ہیں اور حضرت سعد بن عبادہؓ انصاری کے ہاتھوں پر بیعت ہونا چاہتے ہیں یعنی انکو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔

حضراتِ شیخینؓ وہاں تشریف لے گئے اور صدیق اکبرؓ نے حدیث الائمۃ من قریش ان کو سنائی اور فرمایا کہ عمرؓ اور ابو عبیدہ ابن الجراحؓ موجود ہیں ان کے ہاتھوں

پر بیعت ہو جاؤ۔ پھر انصار کی جانب سے کہا گیا کہ ایک امیر ہم میں سے، اور ایک تم میں سے ہو۔ شور برابر جاری تھا۔ تو سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر مہاجرین پھر انصار ان کے ہاتھوں پر بیعت ہو گئے۔ پھر ابوبکر صدیقؓ منبر پر چڑھے۔ لوگوں پر نگاہ ڈالی تو زبیرؓ کو نہیں دیکھا ان کو بلوایا وہ آئے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی! کیا تم مسلمانوں کے اجتماع کو توڑنا چاہتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ اور اٹھ کر بیعت کی۔

پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نہیں دیکھا انکو بلوایا وہ آئے۔ اُن سے بھی آپ نے یہی فرمایا اور انھوں نے بھی یہی جواب دیا اور بیعت ہو گئے۔ تاریخ الخلفا ص ۶۹

(ہم حضرت علیؓ کے توقف کے بارے میں اقوالِ مختلفہ مع انکے جوابات کے جواہر الفرائد میں بیان کر چکے ہیں)

حضرت نے صدیق اکبرؓ کیلئے لفظِ شفقت ارشاد فرمایا ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے "اَرحَمُ اُمتی باُمتی اَبوبَکر" تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ تاریخ الخلفاء ص ۴۷۔

امت کا اجماع ہے کہ انبیاء کے علاوہ باقی تمام لوگوں میں سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ، پھر علیؓ، پھر عشرۂ مبشرہ، پھر باقی اہل بدر، پھر باقی اہل اُحد پھر باقی اہل بیعتِ رضوان، پھر باقی تمام صحابہؓ۔

فاروقؓ یعنی حضرت عمر فاروقؓ۔ عمر نام ہے اور فاروق لقب ہے ہجرت سے چالیس سال قبل پیدا ہوئے اور ۲۳ھ میں وفات ہوئی۔ ۱۳ھ میں صدیقِ اکبرؓ کی وفات کے دن خلیفہ ہوئے۔ آپ کیلئے حضرت مدظلہٗ نے لفظ سَطوَت استعمال فرمایا ہے جو بمعنیٰ دبدبہ ہے۔ کما قیل ؎

صحابہ میں سے یکسر ڈر گئے اس رنگِ ظاہر سے عمر کا دبدبہ کچھ کم نہ تھا اک فوج قاہر سے

آپ سے کتبِ حدیث میں ۵۲۷ اُحادیث ہیں۔ علامہ سیوطیؒ نے ۵۳۹ اُحادیث بیان کی ہیں۔

عمر فاروقؓ نبوت کے چھٹے سال میں مسلمان ہوئے جبکہ انکی عمر ۲۷ سال کی تھی۔ علامہ نوویؒ کہتے ہیں کہ عمر عام الفیل کے ۱۳ سال کے بعد پیدا ہوئے۔ انکی تعریف میں بہت سی احادیث وارد ہیں تفصیل کیلئے دیکھئے تاریخ الخلفاء ص۱۱۶ اور بہت سی آیات نے انکی موافقت فرمائی۔ ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء ص۱۲۲

میں نے بہت دنوں پہلے انکی شان میں کچھ اشعار کہے تھے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

فاروقِ اعظم حق کے دِلاوَر ۔۔۔ فخرِ صحابہ ہادی و رہبر
انکی فراست فائق ہے سب پر ۔۔۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر
رحمت خدا کی ان کی امامت ۔۔۔ ہجرت ہے رحمت اسلام قوت
صہر نبی ہیں دامادِ حیدرؓ ۔۔۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر
عدل و شجاعت کامل و اکمل ۔۔۔ علم و ہنر میں فاضل و افضل
انکے مُحِب ہیں صدیقِ اکبر ۔۔۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر
نیل انکی قائل حقانیت کا ۔۔۔ سیکھا سبق حب و حدانیت کا
رشد و ہدایت نیکوں کا سرور ۔۔۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر
باطل کے حق میں شمشیرِ بُرّاں ۔۔۔ عظمت کا انکی شاہد ہے قرآں
حضرت عمر ہیں نورِ سراسر ۔۔۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر
یکتائے دوراں ممتازِ فطرت ۔۔۔ کافور کردی باطل کی ظلمت
سب پر عیاں ہیں انکے جواہر ۔۔۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر
عکسِ نبوت صدیقی پرتو ۔۔۔ راہِ خدا کا اعلیٰ ہے رہرو
وصفِ جلالِ حضرتؐ کا مظہر ۔۔۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر

کُرتہ، لبن اور غیرت کا قصہ　　قتلِ منافق اور بابِ فتنہ
دال انکے فضل و فرزانیت پر　　اللہ اکبر، اللہ اکبر
حُبّ ملائک نطقِ صداقت　　کیا کیا گناؤں ان کی کرامت
حُبّ عمر ہے حبّ پیمبر　　اللہ اکبر، اللہ اکبر
ہر ایک شیطاں ڈرتا تھا ان سے　　رستے میں ملتے تو بچتا تھا اُن سے
ایماں پہ انکا سب کچھ نچھاور　　اللہ اکبر، اللہ اکبر
شیعہ ذرا یہ مجھ کو بتائیں　　حضرت نے دی ہوں جسکو دعائیں
کیوں ہو نہ پھر وہ عرفاں کا دفتر　　اللہ اکبر، اللہ اکبر
راتوں کو پہرے جس نے لگائے　　بصرہ و کوفہ جس نے بسائے
دیکھو تو ان کے اخلاقِ خوشتر　　اللہ اکبر، اللہ اکبر
لولا کتابُ تائید جن کی　　لو کانَ بعدی تصدیق جنکی
ایماں سے ان کے فرحت فلک پر　　اللہ اکبر، اللہ اکبر
انکی خلافت فتحِ مبیں تھی　　جاہ و حشم کی خواہش نہیں تھی
امت میں انکا ثانی ہے نمبر　　اللہ اکبر، اللہ اکبر
کچھ کام اُن کے اول ہیں سب سے　　عشقِ خدا تھا ڈرتے تھے رب سے
حق کا تھا حامی حق کا شناور　　اللہ اکبر، اللہ اکبر
اولاد انکی پیرو نبی کی　　ابن عمرؓ تو پکے تھے صوفی
ان سے مزیّن محراب و منبر　　اللہ اکبر، اللہ اکبر
منبر سے کر لے جنگی نظارہ　　یا ساریہ پھر اس نے پکارا
سنتے ہیں جس کو اصحاب یکسر　　اللہ اکبر، اللہ اکبر
تولو اگر تم عقلِ عمر کو　　ہوگی وہ حاوی عقلِ دگر کو

ہے عزلِ خالد حیرت کا منظر — اللہ اکبر، اللہ اکبر
جبریل انکے جب مدح خواں ہیں — حضرتؐ بھی انکی مدحت کناں ہیں
چمکے نہ کیوں وہ خورشید بن کر — اللہ اکبر، اللہ اکبر
سارے جہاں میں نام انکا روشن — دشمن ہے جنکا احمد کا دشمن
لَا یَخدَعُ وَلَا یُخدَعُ کا محور — اللہ اکبر، اللہ اکبر
جنگِ احد میں ثابت قدم تھا — وہ ترجمانِ لوح و قلم تھا
رعبِ عمر ہے اک فیضِ داور — اللہ اکبر، اللہ اکبر
عدلِ سراپا جب وہ رہا ہے — نحوی بھی آخر یوں بول اٹھا ہے
نامِ عمر میں عدلِ مقدر — اللہ اکبر، اللہ اکبر
مرگِ عمر پر اسلام گریاں — یوسف عمر پر فاخر ہے یزداں

تقلید ان کی لازم ہے ہم پر
اللہ اکبر، اللہ اکبر

خلافت

حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے آخری دور میں بعض صحابہ سے عمر فاروقؓ کے بارے میں مشورہ کیا اور حضرت عثمانؓ کو بلا کر عہد نامہ املا کرایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ جو اس خط میں ہے اس کے ہاتھوں پر بیعت ہو جائیں۔ اس عہد نامہ کا مضمون یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هٰذا ما عَهِدَ ابُوبکرِ بن ابی قُحافَةَ فی آخِرِ عهدِهٖ بالدُّنیا خارجًا منها وَعِنْدَ اَوَّلِ عَهْدِهٖ بالآخِرة داخِلًا فِیها حیثُ یُؤمِنُ الکافِرُ ویُؤمِنُ الفاجِرُ ویَصْدُقُ الکاذِبُ اِنّی اِسْتَخْلَفْتُ علیکم بَعْدی عمرَبن الخطابِ فاسمعوا لهٗ وَ اَطِیْعُوا وَاِنّی لَمْ آلُ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَدِیْنَهٗ ونفسی وایاکم خیرًا فَاِنْ

عَدَلَ فذٰلِكَ ظنی بہ وعلمی فیہ وَ اِنْ بَدَّلَ فلِکُلِّ امرئٍ مَا اکتسب وَالخیرَ اَرَدتُ وَلَا اَعْلَمُ الغیبَ وَسیَعلمُ الذین ظلموا اَیَّ منقلبٍ یَنقلبُونَ ۔ والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عثمانؓ

آپ کا نسب یہ ہے۔ عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ۔ ہجرت سے ۴۷ سال پہلے پیدا ہوئے اور ۳۵ھ میں شہید کردیئے گئے۔ ۲۳ھ میں وفات عمرؓ کے بعد خلیفہ ہوئے۔ آپ کا لقب ذوالنورین ہے چونکہ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں رقیہؓ پھر ام کلثومؓ سے نکاح کیا۔ آپ کے علاوہ کسی کا پیغمبر کی دو بیٹیوں سے نکاح نہیں ہوا اسی وجہ سے آپکو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ آپ سے ۱۴۶ حدیثیں مروی ہیں۔

آپ کے مناقب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھئے تاریخ الخلفاء ص۱۵۱

خلافت

جب حضرت عمرؓ کو ابولؤلؤ مجوسی نے جو مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا صبح کی نماز میں خنجر مار کر زخمی کردیا تو آپ نے کسی کو نامزد خلیفہ نہیں بنایا بلکہ چھ نفری ایک کمیٹی مقرر کردی کہ وہ اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ مقرر کرلیں۔ وہ چھ افراد یہ تھے (۱) عثمانؓ (۲) علیؓ (۳) عبدالرحمٰن بن عوفؓ (۴) زبیرؓ (۵) سعد بن ابی وقاصؓ (۶) طلحہؓ ۔ پھر ان میں سے پانچ نے اپنے اختیارات عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دیدیئے تو انھوں نے حضرت عثمانؓ کو منتخب کیا اور تمام صحابہؓ نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی۔

آپ کی شہادت کا واقعہ مشہور ومعروف ہے ۔

حضرت علیؓ

علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب ہجرت سے ۲۳ سال پہلے پیدا ہوئے اور ۴۰ھ میں وفات ہوئی۔ آپ ۳۵ھ میں شہادت عثمانؓ کے بعد خلیفہ ہوئے۔

تذکیرِ غزالی میں ✡ تحریرِ کمالی میں
تفسیرِ جلالی میں ✡ تصویرِ خیالی میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ میں امام غزالیؒ کی تذکیر میں، اور حافظ ابن ہمامؒ کی تحریر میں، اور علامہ محلیؒ اور علامہ سیوطیؒ کی تفسیر میں، اور علامہ خیالیؒ کی تصوراتی دنیا میں اللہ ہی کو دیکھتا ہوں۔

امام غزالیؒ ابو حامد حجۃ الاسلام محمد بن محمد بن محمد الغزالی۔ ولادت ۴۵۰ھ وفات ۵۰۵ھ۔ تذکیر و نصائح میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اونچے عالم اور زبردست فلسفی اور صوفی ہیں۔ انکی تصنیفات تقریباً دو سو ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں (۱) احیاء العلوم (۲) تہافۃ الفلاسفہ (۳) الاقتصاد فی الاعتقاد (۴) محک النظر (۵) معارج القدس فی احوال النفس (۶) الفرق بین الصالح وغیر الصالح (۷) مقاصد الفلاسفۃ (۸) الوقفُ والابتداء (۹) البسیط (۱۰) المعارف العقلیہ (۱۱) المنقذ من الضلال (۱۲) بدایۃ الہدایۃ (۱۳) جواہر القرآن (۱۴) فضائح الباطنیۃ (۱۵) المنقول فی علم الاصول۔ یہ امام غزالیؒ کے نام سے مشہور ہیں۔

حافظ ابن ہمامؒ ولادت ۷۹۰ھ / ۱۳۸۸ء وفات ۸۶۱ھ / ۱۴۵۷ء محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود السیواسی ثم الاسکندری۔ کمال الدین لقب ہے اور ابن ہمام کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ حنفیہ کے بہت بڑے بیرسٹر ہیں انکی کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ بڑی معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ امام طحاویؒ اور حافظ ابن ہمامؒ سے فقہ حنفی کو بڑی تقویت پہونچی ہے۔ اور ان کی کتاب المسایرۃ فی العقائد المنجیۃ فی الآخرۃ ہے۔ اور ایک زاد الفقیر ہے اور تحریر حافظ صاحبؒ کی اصول فقہ میں جامع کتاب ہے۔ اس تحریر کی جانب

حضرت اقدس نے اشارہ کیا ہے۔

تفسیرِ جلالی(۳)

اس سے مراد تفسیر جلالین ہے جو دو جلال کی لکھی ہوئی ہے۔ یعنی جلال الدین محلیؒ اور جلال الدین سیوطیؒ۔ نصف اول علامہ سیوطیؒ کی ہے اور نصف ثانی علامہ محلیؒ کی ہے۔ اسی لئے اس کا نام پڑا تفسیر جلالین۔ اسی کو مخفف کر کے حضرت اقدس نے تفسیر جلالی فرمایا ہے۔

علامہ جلال الدین محلیؒ

یہ محمد بن احمد محلی ہیں۔ ولادت ۷۹۱ھ قاہرہ میں۔ وفات ۸۶۴ھ میں ہوئی۔ جلالین نصف ثانی کے مؤلف یہی علامہ محلیؒ ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ

یہ عبدالرحمن جلال الدین بن ابوبکر سیوطی ہیں۔ ولادت یکم رجب ۸۴۹ھ وفات ۹۱۱ھ صاحبِ تصانیفِ کثیرہ ہیں جو معروف و مشہور ہیں۔

تصویرِ خیالی(۴)

علامہ خیالیؒ۔ انکا نام احمد ہے اور والد کا نام موسےٰ ہے۔ شمس الدین لقب ہے۔ خیالی سے مشہور ہیں۔ بڑے محقق، مدقق، جامعِ معقول و منقول عالم تھے۔ حافظ ابن عماد الدین حنبلیؒ نے آپکو امام علامہ لکھا ہے۔

زھد و تقوی

بیکرِ علم و فضل ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے عابد و زاہد بھی تھے صوفیاء کے طریق پر ذکر و اذکار میں مشغول رہتے اور دن رات میں ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے۔ اور اتنے نحیف الجثہ تھے کہ انگشتِ شہادت اور انگوٹھے کے حلقہ میں انکا بازو آجاتا تھا۔

وفات

آپ نے صرف ۳۳ رسال کی عمر پائی ہے۔ صاحب کشف الظنون نے حواشیِ شرح تجرید کا تعارف کراتے ہوئے سن وفات ۸۶۰ھ ذکر کیا

ہے اور حواشیِ شرح عقائد کے ذیل میں کہا ہے کہ ۱۰۶۸ھ کے بعد انتقال ہوا ہے۔

تصانیف شرح عقائد پر آپ کے حواشی نہایت مشہور و مقبول اور متداول ہیں۔ اس میں بعض مضامین ایسے دقیق و دشوار ہیں کہ انکو حل کرنے سے بڑے بڑے فضلاء عاجز ہو جاتے ہیں لیکن علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ نے انکا بھی بہترین حل کر دیا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

خیالاتِ خیالی بس عظیم است　　　برائے حل او عبدالحکیم است

اوائل شرح تجرید پر بھی آپکا بہت عمدہ حاشیہ ہے اور استاذ خضر بیگ کے منظومہ القائد کی شرح بھی کی ہے نیز ایک حاشیہ عقائد عضدیہ پر بھی لکھا ہے۔ انکی دقیق تحریرات کیطرف اشارہ کرتے ہوئے حضرتِ اقدسؒ نے تصویر کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

تکبیرِ بلالؔی میں　　　شمشیرِ ہلالؔی میں

تعمیرِ عوالؔی میں　　　تنویرِ معالؔی میں

میں نے تجھے دیکھا ہے

وضاحت حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کی تکبیر میں اور چمکتی تلوار میں اور عوالی کی تعمیر اور معالی کی تنویر میں، میں اللہ ہی کو دیکھتا ہوں۔

بلالؓ[1] حضرت بلال بن رباح حبشیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے۔ بخاری اور مسلم میں انکی ۴۴ حدیثیں ہیں۔ وفات ۲۰ھ ۶۴۱ء۔ چونکہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے اسی لئے حضرت نے تکبیر بلالی ارشاد فرمایا ہے۔ ایک اور صحابیؓ کا نام بھی بلال ہے۔ یعنی بلال بن الحارث متوفی ۶۰ھ۔ حضرت بلال حبشیؓ کے بارے میں زیادہ معلومات کیلئے ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ص ۱۶۹ / ۳۔

شمشیرِ ہلالی (۲)

میں اس سے یہ سمجھا ہوں کہ حضرت اقدس کی مراد وہ تلوار ہے جو اپنی بناوٹ میں چاند کے مشابہ ہے۔ ویسے ہلال نام کے بہت سے اشخاص گذرے ہیں اور ان میں سے بعض ایسے بھی گذرے ہیں جن کا تلوار سے گہرا تعلق تھا جیسے ہلال بن اَحْوَذ۔ متوفی بعد ۲۰۰ھ۔ بہادر لوگوں میں سے گذرے ہیں۔ اور ہلال بن اَشْعَر جن کی وفات تقریباً ۳۱۱ھ میں ہوئی ہے۔ یہ بھی بہت بہادر گذرا ہے۔ اور ہلال بن بَدْر متوفی بعد ۳۱۲ھ۔ اور بھی بہت سی افراد گذرے ہیں۔ الاعلام میں جنکی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔

تعمیرِ عوالی (۳)

عوالی۔ عالیۃٌ کی جمع ہے بمعنی بلند، یا تو عوالی مدینہ کی تعمیر کیطرف اشارہ ہے اور بحرین میں ایک شہر کا نام عوالی ہے۔

تنویرِ معالی (۴)

معالی۔ مَعْلیٰ کی جمع ہے بمعنی بلند و اشرف۔ شاید اس میں حضرت نے عموم کا پہلو اختیار فرمایا ہے۔ پھر تنویر اور معالی کا تعلق ظاہر ہے۔

قاری کی تلاوت میں ۞ قاضی کی عدالت میں
مفتی کی دیانت میں ۞ غازی کی شہادت میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ جب قاری تلاوت کرتا ہے تو اس تلاوت میں بھی میں اللہ کو دیکھتا ہوں۔ اور جب قاضی فیصلہ کرتا ہے تو اسکی عدالت میں بھی میں اللہ کو دیکھتا ہوں۔ کیونکہ جو کچھ ہوتا ہے وہ سب اللہ کے حکمِ تکوینی کے ماتحت ہوتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ قضاء کا تعلق ظاہر سے ہے اسی لئے قاضی خلافِ ظاہر کو نہیں مانے گا اور افتاء کا تعلق دیانت سے ہے۔ قاضی کے فرائض کچھ اور ہیں اور مفتی کے فرائض کچھ

اور ہیں۔ بالفاظِ دیگر قضاء کا مطلب ہے حکمِ شریعت کو نافذ کر دینا۔ اور افتاء کا مطلب ہے حکمِ شریعت کو بتا دینا۔ مزید تفصیلات کا یہاں محل نہیں ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ مفتی کی دیانت میں بھی اور غازی اور مجاہد کی شہادت میں بھی میں اللہ کو دیکھتا ہوں۔

زاہد کی رداؤں میں ☆ عابد کی صداؤں میں
ساجد کی نداؤں میں ☆ شاہد کی اداؤں میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت جو شخص متقی اور زاہد ہے اس کے لباس زُہد میں اور عبادت گزار کی صداؤں اور پکاروں میں، اور سجدہ کرنیوالے کی آوازوں میں اور معشوق کی اداؤں میں، میں اللہ ہی کو دیکھتا ہوں۔

خالد کی شجاعت میں ☆ حاتم کی سخاوت میں
سحبان کی بلاغت میں ☆ مجنوں کی نقاہت میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت اس میں حضرت اقدس دامت برکاتہم نے چار چیزوں کا ذکر کیا ہے۔

خالدؓ کی شجاعت (۱) اس سے مراد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں۔ انکی بہادری اور بہادری کے کارنامے مشہورِ زمانہ ہیں۔ وفات ۲۱ھ۔ زمانۂ جاہلیت میں، اشرافِ قریش میں سے تھے۔ فتحِ مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔ اس سے پہلے مشرکینِ مکہ کے ساتھ مسلمانوں کے مخالف جنگ میں شریک رہے۔ ۸ھ میں یہ اور عمرو بن العاص مسلمان ہوئے۔ ان کے اسلام سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت خوشی ہوئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انکو مسیلمہ کذاب کیطرف روانہ کیا۔ اور نجد کے لوگوں میں سے جو مرتد ہو گئے تھے انکی طرف بھیجا پھر انکو ۱۲ھ میں عراق کیطرف روانہ کیا تو انھوں نے حیرہ اور اسکے ایک بڑے حصہ کو فتح کیا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد جب حضرت عمر فاروقؓ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کر کے ابو عبیدہ ابن الجراحؓ کو امیر بنا دیا۔ پھر حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہ ابن الجراحؓ کی قیادت میں قتال کیا یہانتک کہ ۱۴ھ میں پوری فتح ہو گئی۔ ان کے حالات میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

(۲) حاتم

حاتم بن عبداللہ بن سعد بن حشرج الطائی القحطانی۔ حضرت عدیؓ کے والد ہیں۔ زمانۂ جاہلیت کے شاعر ہیں اور بہت بڑے سخی تھے۔ انکی سخاوت ضرب المثل ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا آٹھواں سال تھا تب انکی وفات ہو گئی، اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔ متوفی ۵۷۸ء۔ انکی سخاوت کے واقعات ادب اور تاریخ کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔

خاندان میں انکی سخاوت کا اثر

حضرت عدی بن حاتم سے کسی نے کہاکہ میرے یہاں تقریب ہے کچھ برتن چاہئیں۔ تو پوچھا کہ کب تقریب ہے۔ بتایا کہ فلاں دن۔ تو حضرت عدیؓ نے فرمایا کہ اچھی بات ہے۔ آجائیں گے۔ وہ دن قریب آتا گیا لیکن برتن نہیں بھیجے۔ وہ بیچارے پریشان تھے، لیکن جس روز تقریب تھی اس دن وقت پر کھانا تیار کر کے ان کے مکان پر بھیجدیا۔ وہ بہت خوش ہوئے کہ کھانا بھی تیار نہیں کرنا پڑا۔ چند روز کے بعد ان صحابیؓ کی حضرت عدیؓ سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ بھائی آپ نے کھانا تیار کر کے بھیجدیا، میں نے تو خالی برتن مانگے تھے تو فرمایا کہ خالی برتن بھیجنا خاندانی روایت کے خلاف ہے۔

اور حاتم طائی کا بعد موت ضیافت کرنیکا واقعہ نفحۃ العرب میں لکھا ہوا ہے۔

سحبان (۳) :- یہ سحبان وائل ہیں جو قبیلۂ باہلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسے فصیح و بلیغ خطیب ہیں جنکی فصاحت و بلاغت ضرب المثل ہے۔ جب یہ تقریر کرتے تو کسی حرف کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔ اور نہ اٹکتے تھے اور نہ ٹھہرتے تھے اور نہ سوچتے تھے بلکہ پوری روانی سے فی البدیہہ تقریر کرتے تھے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایمان لائے لیکن صحبت میسر نہیں ہوئی اور حضرت معاویہؓ کے دور میں دمشق میں اقامت کی۔ سن وفات ۵۴ھ ہے

مجنون (۴) یہ قیس بن ملوح بن مزاحم عامری ہیں، اہل نجد میں سے ہیں۔ غزل گو شاعر تھے۔

یہ مجنون نہیں تھے لیکن لیلیٰ بنت مہدی بن سعد کی بیجا محبت اور فریفتگی کیوجہ سے مجنون کہلاتے ہیں۔ متوفی ۶۸ھ۔ اور ان کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ علامہ اصمعیؒ ان کے وجود کا انکار کرتے تھے اور اسکو ایسا نام قرار دیتے ہیں جس کا کوئی مسمیٰ اور مصداق نہیں ہے۔ شرح الشواہد ص۲۳۸ بروایت نوفل بن مساحق نقل کیا گیا ہے کہ میں نے مجنون بنی عامر کو دیکھا ہے جو خوبصورت، ابیض اللون تھا۔ اور اس شدید فریفتگی کی وجہ سے لاغر و کمزور ہو گیا تھا۔ اسی لئے حضرت نے نقاہت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

کہتے ہیں لیلیٰ کا یہ دستور تھا	بھیک دیتی در پہ جو آتا گدا
ایک دن مجنوں بھی کاسہ ہاتھ لے	جا پکارا کچھ مجھے للہ دے
آئی لیلیٰ اور سبھوں کو کچھ دیا	ہاتھ سے مجنوں کے کاسہ لے لیا
لیکے دے ٹپکا زمیں پر ایک بار	رقص میں مجنوں ہوا بس بیقرار
تب کوئی بولا کہ اے مجنون خام	رقص کرنیکا تھا اس جا کیا مقام

تب کہا مجنوں نے تو عاشق نہیں　　عاشقی کے رمز سے واقف نہیں

یہ بلا ہرگز نہیں یہ ناز ہے

یہ بھی اک معشوق کا انداز ہے

محفل کے چراغوں میں　　انگور کے باغوں میں

سرشار دماغوں میں　　ہر قلب کے داغوں میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ محفل کے چراغوں میں اور انگور کے باغوں میں اور مخمور اور نشہ میں چور اور خوش وخرم دماغوں میں میں اللہ ہی کو دیکھتا ہوں اور اسی طرح دلوں کے داغوں میں جو گناہوں کی کثرت کی وجہ سے پڑ جاتے ہیں میں اللہ ہی کو دیکھتا ہوں، کیونکہ جو لوگ فنا فی اللہ ہوتے ہیں انکی نظر صرف اللہ پر ہوتی ہے وہ ہر چیز میں اللہ ہی کو دیکھا کرتے ہیں۔

لیلیٰ کی ملاحت میں　　شیریں کی صباحت میں

نغمہ کی نزاکت میں　　سعدیٰ کی نظافت میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت حضرت فرماتے ہیں کہ لیلیٰ کے جمال وحسن میں اور شیریں کی خوبصورتی اور سفیدی میں اور نغمہ کی نزاکت میں اور سعدیٰ کی نظافت وستھرائی میں میں اللہ ہی کو دیکھتا ہوں۔

لیلیٰ (۱) لیلیٰ بنت مہدی بن سعد، ام مالک العامریہ۔ مجنوں کی معشوقہ۔ وفات تقریباً ۶۸ھ۔

ان کے واقعات بکثرت موجود ہیں ۔ ملاحت: وہ حسن جس میں سفیدی کیساتھ

سرخی ہو۔ جو زیادہ حسن شمار کیا جاتا ہے اسی لئے حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے اپنے کو ملیح، اور حضرت یوسف علیہ السّلام کو صبیح ارشاد فرمایا ہے۔

شیریں (۲) شیریں۔ یہ خسرو پرویز کسریٰ کی بیوی ہے۔ کسریٰ اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ انکی محبت کے واقعات بہت سی زبانوں میں نظم کئے گئے ہیں۔
ایک کتاب کا نام ہے خسرو و شیریں (۲) فرہاد و شیریں۔ اس کے لئے حضرت
نے لفظ صباحت استعمال فرمایا ہے۔ جس کے معنے گذر چکے ہیں۔

نغمہ (۳) لغوی معنے میں ہے اچھی آواز۔ تو اچھی آواز کی نزاکت میں بھی اللہ ہی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

سُعدیٰ (۴) سعدیٰ بنت شمردل جُہنیہ۔ زمانۂ جاہلیت میں قبیلۂ بنی جہنیہ کی ایک شاعرہ گذری ہے۔

تنبیہ عربی شعراء جب اپنی محبوبہ اور معشوقہ کا ذکر کرتے ہیں تو عموماً ان عورتوں میں سے کسی کا ذکر کرتے ہیں جو اس باب میں مشہور ہیں۔ مثلاً لیلیٰ شیریں، سُعدیٰ، سُعاد، سلمیٰ۔

سینا کے پہاڑوں میں ❋ چیناکے اکھاڑوں میں
قینہ کے بگاڑوں میں ❋ نینا کے پچھاڑوں میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت سینا اور سینین اُس مقام کا نام ہے جس میں کوہِ طور واقع ہے۔ کوہِ طور کا تقدس ظاہر ہے۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے چالیس روز روزوں کے ساتھ اعتکاف کیا اور وہاں انکو ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا جس کے نتیجہ میں حضرت موسیٰ کو دیدار کا شوق ہوا اور درخواست

کر بیٹھے۔ ارشاد ہوا کہ تم پہاڑ کیطرف دیکھتے رہو ہم اپنے جمالِ مبارک کی ایک ذراسی جھلک اس پر ڈال دیتے ہیں۔ اگر پہاڑ جیسی سخت اور مضبوط چیز اس کو برداشت کر سکی تو ممکن ہے کہ تم کو بھی اس کا تحمل کرا دیا جائے۔ بہرحال پہاڑ پر تجلی ہوئی تو اس نے پہاڑ کے خاص حصہ کو ریزہ ریزہ کر ڈالا اور حضرت موسیٰؑ محلِ تجلی سے قرب کیوجہ سے پہاڑ کے ہیبتناک منظر کو دیکھ کر بیہوش ہو کر گر پڑے۔ ایک شاعر کہتا ہے

کروں گا حشر میں موسیٰ پہ دعویٰ قتل کا | کہ کیوں آب دی ہو مرے قاتل کی تیغ کو

چین :- ایک ملک کا نام ہے جہاں کے پہلوان اور اکھاڑے بہت مشہور ہیں۔
قینہ :- گانے والی لونڈی اور اس کا بگاڑ ظاہر ہے۔ لیکن قینہ کا گانا اور اس کے لوگوں کا بگڑنا سب اللہ کے حکمِ تکوینی کے تحت ہے۔ لہٰذا اربابِ دل اس میں بھی خلاقِ عالم ہی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔
نینا :- کے معنٰے آنکھ، آنکھ کے پچھاڑے ہوئے یعنی وہ عشاق جن کو معشوقین کی نگاہوں نے قتل کر ڈالا ہے

حسن کی بندوق میں یہ کیسے چھرّے بھر لئے :: آنکھ کا گھوڑا دبایا لاکھوں زخمی کر دیئے

پُر جوش شرابوں میں ۞ پُر سوز کبابوں میں
پُر رنگ گلابوں میں ۞ پُر کیف حُبابوں میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

اس کی شرح واضح ہے۔ آخری مصرع میں ہے۔ پرکیف حبابوں میں۔ یعنی پانی کے بُلبلے جو عجیب کیفیت کے حامل ہوتے ہیں۔

ہر لحنِ حجازی میں ۞ ہر نقشِ مجازی میں
ہر حُسن طرازی میں ۞ ہر عشق نوازی میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

حجاز :۔ عرب کا وہ حصہ جس میں مدینہ اور مکہ اور طائف شامل ہیں۔
نقش مجازی :۔ اللہ کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں نقش مجازی ہیں۔
حسن طرازی :۔ طراز فارسی لفظ ہے بمعنیٰ نقش ونگار، زینت وسجاوٹ، آراستہ و پیراستہ۔ اس سے مراد حسن مصنوعی اور پرتکلف حسن لیا جا سکتا ہے۔
عشق نوازی :۔ عشق بازی۔ تو حضرت فرماتے ہیں کہ ہر حجازی آوازمیں اور تمام مخلوقات میں، اور ہر پرتکلف حسن میں اور ہر عشق نوازی میں میں اللہ ہی کو دیکھتا ہوں۔

دل دوز نگاہوں میں ❖ دلسوز کراہوں میں
بے تاب تباہوں میں ❖ مہجور کی آہوں میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

دل دوز :۔ دل پر اثر کرنیوالا، پسندیدہ، مرغوب۔ دلدوز نگاہیں :۔ پسندیدہ اور مرغوب نگاہیں۔

شعر ادا سے مسکرا دینا حیلے سے سر جھکا لینا حسینوں پر بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

دل سوز :۔ رلانے والا، رقت انگیز، درد انگیز، پرجوش، مشتاق، دل کو جلانے والا۔

تو حضرت فرماتے ہیں کہ عشق الٰہی کی سوزش سے جن قلوب میں رقت طاری ہوگئی اور درد دل کے اندر مبتلا ہو گئے انکی دلسوز کراہوں میں میں اللہ کو دیکھتا ہوں اور حسینوں کی دلدوز نگاہوں میں میں اللہ کو دیکھتا ہوں۔

اور جو لوگ مصیبت زدہ ہیں جنکی ناتوانی اور کمزوری نے انکو بے طاقت بنا دیا ہے ان کے اندر بھی اللہ کو دیکھتا ہوں۔ اور جو شخص جدائی اور فراق کے صدمہ سے دوچار ہو کر آہیں بھرتا ہے اسکی آہوں میں بھی میں اللہ کو دیکھتا ہوں۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

شام جس کی آشنائے نالۂ یارب نہیں — جلوہ پیرا جسکی شب میں اشک کے کوکب نہیں

ہاتھ جس گلچیں کا ہے محفوظ نوکِ خار سے — عشق جسکا بے خبر ہے ہجر کے آزار سے

کلفتِ غم گرچہ اسکے روز و شب سے دور ہے — زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

صحرا کے غزالوں میں — دریا کے اُچھالوں میں

بطحا کے نرالوں میں — طیبہ کے اُجالوں میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

صحرا :- بمعنیٰ جنگل ۔ غزال :- ہرن کا بچہ ۔ جمع غزالان دریا کا اُچھال :- اسکی تفسیر واضح ہے ۔ بطحا :- لغوی معنے فراخ اور کشادہ زمین ۔ مراد مکہ معظمہ ۔ طیبہ :- مدینہ منورہ کا ایک نام ہے ۔

حضرت اقدس دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ جنگل کے اندر رہنے والے ہرنوں میں اور دریا کے اُچھالوں میں ۔ اور مکہ کے اندر نرالی شان کے باشندوں میں اور مدینہ منورہ کے اجالوں میں اور وہاں کی روشنی اور چمک میں، میں اللہ کو دیکھتا ہوں۔

حضرت ایک نعت میں فرماتے ہیں ؎

نورِ النور بقعۂ انوار میں محجوب ہے — جسکی تابش سے ہے روشن شمس و مہتاب زمن

خاکِ پاک قبر اطہر عرشِ اعظم سے عزیز — متصل رہتا ہے جس سے شاہِ والا کا کفن

فقیر کا شعر ہے ؎

قانونِ خرد سے نورِ مکاں جب نورِ مکیں کا مظہر ہے

طیبہ کو قدم بوسی کا شرف یوں عرشِ بریں سے برتر ہے

ہے شمع ہدایت تجھ میں مکیں کونین کا جب سردار یہاں
تقدیر ازل کے کھلتے ہیں ہر روز یونہی اسرار یہاں

فقیر کی ایک دوسری نعت کا شعر ہے ؎

مدینہ کی فضاؤں کا جنھوں نے نور دیکھا ہے
مقدس ہیں قلوب انکے منور انکی پیشانی

گنگوہ کے رہبر ہیں ❋ اجمیر کے دلبر ہیں
سرہند کے سرور ہیں ❋ کشمیر کے انور ہیں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ میں اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ میں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ سرہندی میں اور حضرت علامہ انور کشمیریؒ میں، میں نے اللہ ہی کا مشاہدہ کیا ہے۔

گنگوہ (۱)

ضلع سہارنپور میں مشہور و معروف قصبہ ہے۔ جہاں سے بہت سے علماء و مشائخ پیدا ہوئے۔ جیسے شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ متوفی ۹۴۴ھ۔ اور ابو سعید گنگوہیؒ متوفی ۱۰۴۰ھ۔ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ولادت ۶ رذی قعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء۔ وفات ۸ رجمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ بروز جمعہ بوقت اذانِ جمعہ۔ تفصیلی احوال و واقعات تذکرۃ الرشید میں مذکور ہیں جو مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی کی تصنیف ہے۔

اور ہمارے حضرت اقدس فقیہ الامت جناب مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم۔ ولادت ۱۳۲۵ھ۔ بہر حال گنگوہ مشائخ و علماء کا مرکز رہا ہے۔ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ کا رہبر ہونا ہر منصف مزاج کے نزدیک مسلّم ہے۔

سلسلۃ الذہب میں فقیر نے کہا ہے ؎

بحقِ شاہ رشیدِ واقفِ اسرارِ پنہانی | کہ جسکے نور یزداں سے ہو خائف غولِ شیطانی
وہی شیخ رشید احمد کہ جس کا طرزِ پیمانہ | عطا کرتا ہے دنیا میں ابھی تک خمِ رندانہ
فیوضِ غیب کے رسمات جسنے عام کر ڈالے | بہت سے خام انسانوں کو جسنے تام کر ڈالے

(۲) اجمیر کے دلبر میں

اس سے مراد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سنجریؒ ہیں۔ جو باتفاقِ اہلِ تاریخ ۵۳۷ھ میں ایران کے علاقہ سیستان قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے۔ تاریخ وفات بقولِ جمہور ۶ رجب اور بقولِ بعض ۳۰ ذی الحجہ ۶۳۳ھ یا ۶۳۲ھ ہے۔ اجمیر شریف میں مزار ہے۔

سلسلۃ الذہب میں فقیر نے کہا ہے ؎

بحقِ شاہ معین الدین چشتی اور اجمیری | مسلّم شخصیت جسکی نظر، نظرِ کرم ٹھہری
وہ سلطان المشائخ جسکو شاہِ واصلین کہئے | جسے اسلاف کی خاتم کا اک سچا نگیں کہئے

(۳) شیخ احمد سرہندیؒ

یعنی احمد بن عبد الاحد بن زین العابدین الفاروقی السرہندی۔ ولادت ۹۷۱ھ/۱۵۶۳ء ۔ وفات ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۵ء ۔

یعنی شیخ احمد سرہندی مجدد الفِ ثانی، غوث المحققین قطب العارفین بُرہان الولایۃ المحمدیہ حجۃ الشریعۃ المصطفویہ شیخ الاسلام والمسلمین، الفاروقی النقشبندی۔ سلطان جہانگیر کی قید میں رہے ۔ آپ کی تالیفات یہ ہیں (۱) المبدأ والمعاد۔ (۲) اثبات النبوۃ (۳) المعارف اللدنیۃ (۴) رد الشیعہ۔ اور مکتوباتِ امام ربانی علوم کا گہوارہ ہے جو اصل فارسی زبان میں ہے۔ اردو اور عربی میں اس کا ترجمہ کیا گیا ہے صاحبِ کشف و کرامت، متبعِ سنت، ماحیِ بدعات، شیخ کامل، پیرِ طریقت، ہادیِ شریعت بزرگ ہیں ۔ سرہند میں انکا مزار مرجع عوام و خواص بنا ہوا ہے۔

کشمیر کے انور ہیں (۲)

علامہ انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند۔

ولادت ۱۲۹۲ھ۔ وفات ۱۳۵۲ھ۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے، محمد انور بن معظم شاہ ابن شاہ عبد الکبیر بن شاہ عبد الخالق بن شاہ محمد اکبر بن شاہ محمد عارف بن شاہ حیدر بن شاہ علی بن شیخ عبد اللہ بن شیخ مسعود الزوری الکشمیری۔ شیخ مسعود نے بغداد سے ہندوستان آکر سکونت اختیار کی۔ اوّلاً ملتان، پھر لاہور، پھر کشمیر میں، پھر انکی اولاد کا کشمیر ہی مستقر بن گیا۔ ان کے حالات میں مستقل کتابیں موجود ہیں۔

حضرت تھانوی کا فرمان

فرماتے ہیں کہ مذہب اسلام میں شیخ انور کا وجود اس کے حق ہونیکی دلیل ہے۔

(مقدمہ فیض الباری ص ۱۹/۱)۔ انکو چلتا پھرتا کتب خانہ کہا جاتا تھا۔

تالیفات

(۱) فیض الباری علی صحیح البخاری۔ یہ آپکے درس کی تقریر ہے۔

(۲) العرف الشذی۔ شرح ترمذی۔ یہ بھی آپکے سبق کی تقریر ہے۔

(۳) فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب (۴) خاتمۃ الخطاب فی فاتحۃ الکتاب۔

(۵) نیل الفرقدین فی رفع الیدین (۶) بسط الیدین لنیل الفرقدین۔

(۷) الستر عن مسئلۃ الوتر (۸) التصریح بما تواتر فی نزول المسیح۔

برہان و کبیری میں ❊ میزان و اثیری میں
دحلان و جریری میں ❊ شادان و دبیری میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

برہان:۔ ایک لغت کی کتاب ہے۔ جس کا پورا نام برہانِ قاطع ہے جو محمد حسین کی تصنیف ہے جن کا تخلص برہان ہے۔ شاید حضرت کی مراد برہان سے یہی کتاب ہے۔ اور برہان بمعنی

دلیل ہے۔ اور برہانِ انّی، اور برہان لمّی، اور برہانِ سُلّمی، اور برہان تطبیق کی تفسیر کا یہاں محل نہیں ہے۔ نیز اور سولہ کتابیں ہیں جو بُرہان کے نام سے موسوم ہیں۔ تفصیل کیلئے کشف الظنون صـ۲۴۱/۱۔

کبیری (۲)

یہ منیۃ المصلی کی شرح ہے جس کا اصلی نام غنیۃ المستملی ہے۔ لیکن کبیری کے نام سے مشہور ہے کیونکہ انھیں کی ایک شرح منیہ اور ہے جو مختصر ہے جو صغیری کے نام سے موسوم ہے۔ اس لئے یہ بسوط ہونیکی وجہ سے کبیری کے نام سے موسوم ہوئی۔

سنِ وفات ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء۔ پورا نام اس طرح ہے۔ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی۔ ایک حنفی فقیہ ہیں۔ ان کی مشہور کتابیں یہ ہیں (۱) ملتقی الابحر۔ جس کی شرح مجمع الانہر ہے فقہ کی بہت مختصر اور جامع کتاب ہے۔ (۲) کبیری (۳) مختصر طبقات الحنفیہ۔ (۴) تلخیص القاموس المحیط لمجد الدین الفیروز آبادی (۵) تلخیص الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ۔

علامہ حلبیؒ حلب کے باشندہ ہیں۔ حلب اور مصر میں فقہ حاصل کیا۔ پھر قسطنطنیہ میں رہے اور وہیں انتقال ہوا۔

میزان (۳)

ایک تو علم صرف کی کتاب ہے جو عربی کے پہلے سال میں داخلِ درس ہے۔ مشہور کتاب ہے مگر اس کا مصنف گمنام ہے جس میں اقوال مختلفہ ہیں۔ ایک اور میزان الاعتدال ہے اسماء الرجال میں۔ جو محمد بن احمد بن عثمان ذہبی کی تصنیف ہے۔ اونچے درجہ کے حافظ و مؤرخ اور علامہ اور محقق ہیں۔ ولادت ۶۷۳ھ/۱۲۷۴ء۔ وفات ۷۴۸ھ/۱۳۴۸ء۔ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں انکی تالیفات میں سے تذکرۃ الحفاظ اور میزان الاعتدال بہت مشہور ہیں۔

تفصیل کیلئے الاعلام للزرکلی صـ۳۲۶/۳۷۔

(۴۴) اثیری

اثیری نام سے تو کوئی کتاب مشہور نہیں ہے البتہ اثیر الدین الابہری متوفی ۶۶۳ھ / ۱۲۶۴ء کی ایک کتاب الزیج الاختیاری ہے جو الزیج الاثیری کے نام سے معروف ہے۔ انکی اور بھی کتابیں ہیں۔ یہ اثیرالدین منطق و فلسفہ میں کافی اشتغال رکھتے تھے۔ ہدایۃ الحکمت جس کی شرح میبذی ہے انھیں کی کتاب ہے (۲) ایساغوجی (۳) مختصر فی علم الہیئت (۴) رسالۃ الاسطرلاب (۵) تنزیل الافکار فی تعدیل الاسرار وغیرہ۔ تو اثیری سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے۔ پھر ابن الاثیر کے نام سے چھ حضرات مشہور ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے (۱) محمد ابن نصر اللہ بن محمد بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی الموصلی جو شرف الدین ابن الاثیر کے نام سے مشہور ہیں۔ ولادت ۵۸۵ھ / ۱۱۸۹ء۔ وفات ۶۲۲ھ / ۱۲۲۵ء۔ انکی کتاب ہے نزہۃ الابصار فی نعت الفواکہ والثمار۔

(۲) احمد بن اسماعیل نجم الدین ابن الاثیر الحلبی القاہری۔ یہ دونوں تو یہاں مراد نہیں ہیں۔ متوفی ۷۳۰ھ۔ انکی کتاب جوہر الکنز ہے اپنے باپ کی کتاب کنز البراعۃ کا اختصار کیا ہے۔

(۳) اسمٰعیل بن احمد بن سعید، عماد الدین ابن تاج الدین ابن الاثیر۔ علماء ادب میں سے ہیں۔ ان کے کچھ خطبات مدونہ ہیں (۱) عبرۃ اولی الابصار فی ملوک الامصار (۲) کنز البراعۃ (۳) احکام الاحکام فی شرح احادیث سید الانام وغیرہ۔

ولادت ۶۵۲ھ / ۱۲۵۴ء۔ وفات ۶۹۹ھ / ۱۲۹۹ء۔

(۴) ابن الاثیر الکاتب۔ ولادت ۵۵۸ھ / ۱۱۶۳ء۔ وفات ۶۳۷ھ / ۱۲۳۹ء۔ یعنی نصر اللہ بن محمد بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی۔ المعروف بابن الاثیر الکاتب۔ نمبر (۱) پر جو ابن الاثیر مذکور ہیں وہ ان کے باپ ہیں۔ انکی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) المثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر (۲) کفایۃ الطالب فی نقد کلام الشاعر والکاتب۔

(۳) المفتاح المنشا لحدیقۃ الانشا (۴) البرہان فی علم البیان (۵) رسائل ابن الاثیر۔

(۵) ابن الاثیر۔ یعنی مبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری۔ ابوالسعادات۔ مجدالدین المحدث اللغوی الاصولی۔ بیماری کیوجہ سے انکے ہاتھوں اور پیروں کی حرکت بند ہوگئی تھی اور یہ مرض انکو تاحیات باقی رہا۔ انکی تمام تصانیف مرض کے زمانہ کی ہیں جو اپنے شاگردوں کو املاء کراتے تھے۔

ولادت ۵۴۴ھ ۱۱۵۰ء۔ وفات ۶۰۶ھ ۱۲۱۰ء۔ تصانیف:۔ (۱) النہایۃ فی غریب الحدیث چار جلدوں میں (۲) جامع الاصول فی احادیث الرسول۔ دس جلدیں ہیں (۳) الانصاف فی الجمع بین الکشف والکشاف بتفسیر میں۔ (۴) المرصع فی الآباء والامہات والبنات۔ (۵) الشافی فی شرح مسند الشافعی۔

(۶) ابن الاثیر۔ علی بن محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی الجزری ابوالحسن عزالدین ابن الاثیر المؤرخ الامام۔ علم انساب اور ادب کے بڑے عالم ہیں

ولادت ۵۵۵ھ ۱۱۶۰ء۔ وفات ۶۳۰ھ ۱۲۳۳ء۔ تصانیف:۔ (۱) الکامل مشہور کتاب ہے۔ بارہ جلدوں میں ہے (۲) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ۔ بڑی بڑی پانچ جلدوں میں ہے (۳) اللباب۔ یہ علامہ سمعانیؒ کی انساب کا اختصار ہے (۴) تاریخ الدولۃ الاتابکیۃ (۵) جامع کبیر۔ بلاغت میں۔

بہر حال اثیری میں عموم ہے۔ اس سے نہایہ، کامل، اسد الغابہ، جامع الاصول وغیرہ میں سے بھی کوئی مراد ہوسکتی ہے۔ اور الزیج الاثیری بھی مراد ہوسکتی ہے۔

(۵) دحلانؒ

احمد بن زینی دحلان۔ ولادت ۱۲۳۲ھ ۱۸۱۷ء۔ وفات ۱۳۰۴ھ ۱۸۸۶ء مکہ معظمہ کے فقیہ اور مؤرخ ہیں۔ مکہ میں پیدا ہوئے اور مکہ کے اندر افتاء اور تدریس کی مسند پر فائز رہے۔ تصانیف:۔ (۱) الفتوحات الاسلامیۃ (۲) الجداول المرضیۃ فی تاریخ الدول الاسلامیۃ (۳) خلاصۃ الکلام فی امراء البلد الحرام۔

(۴) الفتح المبین فی فضائل الخلفاء الراشدین واہل بیت الطاہرین۔ (۵) السیرۃ النبویۃ۔
(۶) رسالۃ فی الرد علی الوہابیۃ۔

جریری (۶) اس سے مراد ابن جریر طبری کی تاریخ طبری، یا تفسیر طبری ہے۔ پورا نام یہ ہے۔ محمد بن جریر بن یزید الطبری۔ ابو جعفر المؤرخ المفسر الامام۔ طبرستان میں پیدا ہوئے۔ پھر بغداد کو وطن بنالیا اور وہیں وفات ہوئی۔

ولادت ۲۲۴ھ ۸۳۹ء۔ وفات ۳۱۰ھ ۹۲۳ء۔ تصانیف ۱۔ اخبار الرسل والملوک۔ جو تاریخ طبری کے نام سے مشہور ہے۔ گیارہ جلدوں میں ہے (۲) جامع البیان فی تفسیر القرآن تیس جلدوں میں جو تفسیر طبری کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ثقہ مؤرخین میں سے ہیں۔ منقول ہے کہ وہ چالیس سال تک مسلسل لکھنے میں مشغول رہے۔ روزانہ چالیس ورق لکھنے کا معمول تھا (البدایہ والنہایہ ص ۱۴۵ ج ۱۱) بعض حضرات نے ان پر شیعہ ہونیکا الزام عائد کیا ہے لیکن محققین نے اس الزام کی تردید کی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ اہل سنت کے جلیل القدر عالم ہیں بلکہ ان کا شمار ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے۔

جریر نام کے اور بھی کچھ حضرات مشہور ہیں۔ (۱) جریر ابن عبد العزیٰ متوفی ۵۶۹ء زمانۂ جاہلیت کا شاعر ہے (۲) جریر ابن عبد الحمید بن قرط الرازی الضبی۔ اپنے زمانہ میں رَیّ کے بڑے محدث تھے۔ ولادت ۱۱۰ھ۔ وفات ۱۸۸ھ۔ (۳) جریر ابن عطیہ الخطفی بن بدر الکلبی الیربوعی قبیلۂ تمیم میں سے ہیں، اپنے زمانہ کے بڑے شاعر ہیں جو فرزدق کے معاصر ہیں ولادت ۲۸ھ۔ وفات ۱۱۰ھ۔

شاداں (۷) اس تخلص کے دو شاعر گذرے ہیں (۱) مہاراجہ چندولال۔ بہادر کھتری خلف مہاراجہ نرائن داس۔ باشندہ رائے بریلی، نائب والیٔ حیدرآباد۔ ولادت ۱۷۶۲ء۔ وفات ۱۸۴۹ء۔ فارسی اور اردو دونوں میں شعر کہتے ہیں۔ "عشرت کدۂ آفاق" انکی تصنیف ہے۔ (۲) منشی بساون لال

شاداں ٹونکی ۔ یہ بھی فارسی اور اردو کے فی البدیہہ شاعر تھے۔

دبیری (۸)

مرزا سلامت علی لکھنوی دبیر مرثیہ گوئی میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ ولادت ۱۲۱۸ھ ۱۸۰۳ء ۔ وفات ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء ۔ دبیری سے یہی مراد ہیں اور ضرورت شعری کیوجہ سے دبیری ارشاد فرمایا گیا ہے۔

نیز دبیری ایک تفسیر بھی ہے جو تفسیر الدبیری کے نام سے موسوم ہے جو سعید الدین عبدالعزیز بن احمد حنفی متوفی ۶۹۳ھ کی تصنیف ہے۔ کذا فی کشف الظنون۔

اوضاعِ سریری میں	اسجاعِ حریری میں
اشعارِ نظیری میں	افکارِ نصیری میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے۔

وضاحت

حضرت فرماتے ہیں کہ چارپائی کی بناوٹوں میں اور علامہ حریریؒ کے اسجاع میں۔ اور علامہ نظیری کے اشعار میں اور فرقۂ نصیریہ کے افکار میں، میں اللہ کو دیکھتا ہوں۔

اوضاعِ سریری (۱)

اوضاع، وضع کی جمع ہے۔ بمعنیٰ ڈھنگ وطریقہ۔

اسجاعِ حریری (۲)

صاحب مقامات کا نام قاسم۔ اور کنیت ابو محمد ہے۔ والد کا نام علی، دادا کا نام محمد، اور پردادا کا نام عثمان ہے۔ حریر بمعنیٰ ریشم۔ چونکہ آپ ریشم تیار کرتے تھے یا فروخت کرتے تھے اس لئے آپ کو حریری کہا جاتا ہے۔ ولادت ۴۴۶ھ ۔ وفات ۵۱۵ھ یا ۵۱۶ھ ۔ علم ادب کے بڑے ماہر ہیں اور اس فن میں اپنے معاصرین پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور آپ کا اسلوب بیان بالکل نادر ہے۔ اسی لئے اونچی شہرت پائی۔ علامہ ممدوح نہایت ذکی، ہوشیار، نازک خیال، فصاحت وبلاغت

میں یکتا اور ماہر فن، یگانۂ روزگار، انشاء پرداز اور ادیب تھے۔ اسی کیساتھ ساتھ صاحب ثروت اور مالدار لوگوں میں سے تھے۔

نثرنگاری علامہ حریری نثر کے پیغمبر تھے۔ آپکی ہر عبارت گویا الہامی، اور ظاھری و معنوی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے علاوہ نہایت شستہ، شگفتہ ہوتی ہے۔ گویا وہ ایک دلھن ہے جو قوافی کے لباس میں ملبوس اور معانی کے زیور سے مزین ہے۔ اس میں نسیم سحر کے ٹھنڈے جھونکوں کی روح افزا لطافت، پھولوں اور پھلوں کی فرحت بخش سرسبزی و شادابی بھی پنہاں ہے۔ آپکی یہ خوبیاں مقامات میں جابجا دیکھی جاسکتی ہیں۔

تالیفات (۱) درۃ الغواص فی اوہام الخواص۔ اس میں آپ نے اپنے معاصرین پر نقد کیا ہے اور بتایا ہے کہ اُدباء عصر الفاظ کو بے موقع یا غیر موضوع لہٗ میں استعمال کر کے غلطی کرتے ہیں۔

(۲) ملحۃ الاعراب:۔ اس میں مبتدی طلبہ کیلئے نحو کے مسائل کو نظم کیا ہے

(۳) صدور زمان القبور وقبور زمان الصدور:۔ فن تاریخ میں بہت عمدہ اور لطیف تصنیف ہے جس سے علامہ اصفہانیؒ نے اپنی کتاب نصرۃ الفترہ وعصرۃ الفترہ میں بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ (۴) دیوان حریری (۵) توشیح البیان (۶) رسالۂ سینیہ جس میں آپ نے نظم و نثر کے ہر کلمہ میں سین لانیکا التزام کیا ہے (۷) رسالۂ شینیہ آپ نے اس کتاب کے ہر کلمہ میں شین لانیکا التزام کیا ہے (۸) مقامات حریری۔ آپکی تصانیف میں سب سے زیادہ اہم اور قابل فخر کتاب ہے۔ جس میں آپ نے عربی کے لافانی خزانہ کے قیمتی موتیوں کو بڑی خوبیوں کے ساتھ پرویا ہے۔ اس کو دنیائے ادب میں بے پناہ شہرت و قبولیت اور تمام ادبی کتابوں پر اپنے اسلوب بیان اور جدت موضوع کے لحاظ سے طرۂ امتیاز حاصل ہے۔ اس سے زیادہ تفصیلات

کا یہ محل نہیں ہے۔

اسجاع سجع کی جمع ہے، نثر کے فقرات کے اواخر میں قافیہ کے طرز پر جس مناسبت کا لحاظ کیا جاتا ہے اس کو سجع کہتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر کلام منظوم میں جس کو قافیہ کہتے ہیں اسی کو نثر میں سجع کہتے ہیں۔ علامہ حریری نے مقامات میں اس کا ہر جگہ التزام کیا ہے۔ جیسے اما الحِمَام میعَادُ کَ فَمَا اعداد ک وبالمشیب انذارک فما اعذارک۔

اشعارِ نظیری[3] علامہ نظیری مشہور شاعر گذرا ہے، نام محمد حسین ہے نظیری تخلص ہے۔ وطن نیشاپور ہے۔

وفات ۱۰۲۱ھ۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو شعر العجم ص ۱۰۸ جلد ۳۔

افکارِ نصیری[4] نُصیریہ ایک فرقہ ہے جو نُصیر کی جانب منسوب ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فدائیوں میں سے ایک ہے یعنی یہ فرقہ حضرت علیؓ کو خدا مانتا ہے۔

تو حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ میں ان تمام مذکورہ چیزوں میں حق کا مشاہدہ کرتا ہوں۔

سلمہؓ میں فزاریؓ میں ❊ عُروہ میں غفاریؓ میں
مسلم میں بخاری میں ❊ سالم میں بہاری میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت (۱) سلمہؓ:۔ سلمہ نام کے کئی صحابیؓ ہیں اس سے مراد سلمہ ابن الاکوع ہیں۔ متوفی ۷۴ھ ۶۹۳ء۔ یعنی سلمہ بن عمرو بن سنان الاکوع الاسلمی، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک رہے۔ ان میں سے حدیبیہ اور خیبر اور حنین ہے۔ بڑے بہادر، پہلوان، بڑے تیر انداز اور بہت دوڑنے والے آدمی تھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں افریقہ کے

جہاد میں شریک ہوئے۔ مدینہ میں وفات ہوئی۔ ان سے کتب حدیث میں ۷۷ حدیثیں مروی ہیں۔ (۲) سلمہ بن ہشام متوفی ۱۴ھ۔ ابوجہل کے بھائی ہیں (۳) سلمہ بن اسلم بن حریش الخزرجی الانصاری۔ کنیت ابوسعیدؓ۔ غزوۂ بدر و اُحد، خندق وغیرہ میں شریک ہوئے۔ متوفی ۱۴ھ۔

فزاری (۲) عُیینہ بن حصن بن حذیفہ فزاری صحابی المعروف عُیینہ بن بدر۔ تفصیل کیلئے دیکھئے۔ الاصابہ ص ۵۴/۳۔

دوسرے فزاری عبداللہ بن مسعدہ ابن مسعود الفزاری ہیں جو دورِ اموی کے اونچے کمانڈر ہیں۔ مؤرخین انکو صاحبُ الجیوش کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ دورِ معاویہؓ میں غزوۂ روم میں فوج کے کمانڈر رہے۔ خلافتِ مروان تک زندہ رہے۔ سنِ وفات تقریباً ۶۵ھ ہے۔

فزارہ :۔ یہ ایک عرب کا قبیلہ ہے جو فزارہ بن ذبیان بن بغیض کی جانب منسوب ہے۔ اس کے پانچ بیٹوں سے اسکی بہت نسل چلی وہ پانچ بیٹے یہ ہیں۔ (۱) مازن (۲) سعد (۳) عدی (۴) ظالم (۵) شمخ۔ اس قبیلہ میں بہت سے علماء اور ائمہ پیدا ہوئے ہیں اور اس نام سے بہت سے لوگ مشہور ہوئے جن میں سے دو کا ذکر تو آچکا ہے۔ (۳) مغیرہ بن عبیداللہ الفزاری متوفی ۱۳۲ھ (۴) محمد بن ابراہیم الفزاری متوفی ۱۸۰ھ (۵) ابراہیم بن محمد الفزاری ۱۸۸ھ (۶) نصر بن عبدالرحمٰن الفزاری الاسکندری متوفی ۵۶۱ھ (۷) ابراہیم بن عبدالرحمٰن الفزاری متوفی ۷۲۹ھ اور بھی بعض حضرات اس نام سے گذرے ہیں۔

عُروہ (۳) عُروہ بن زبیرؓ ولادت ۲۲ھ/۶۴۴ء وفات ۹۳ھ/۷۱۲ء۔ حضرت اسماءؓ کے صاحبزادے ہیں اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ مشہور عالم دین اور مشہور محدث ہیں اور مدینہ کے فقہائے سبعہ

میں سے ایک ہیں (۲) عروہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وفات ۹ھ ۶۳۰ء۔ اور عروہ نام کے اور بھی حضرات گذرے ہیں۔ دیکھئے الاعلام للزرکلی۔

غفاری (۴) یعنی ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔ قبیلہ بنی غفار کے ہیں۔ جن کا نسب نامہ یہ ہے جندب بن جُنادہ بن سفیان بن عبید۔ اونچے درجہ کے صحابی ہیں، قدیم الاسلام ہیں۔ انکا صدق ضرب المثل ہے مشہور صحابی ہیں۔ بخاری اور مسلم نے انکی ۲۸۱ احادیث روایت کی ہیں۔ وفات ۳۲ھ ۶۵۲ء۔

مُسلم (۵) یہ امام مُسلم رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی کتاب صحیح مسلم ہے پھر کتاب کو مُسلم کہدیا جاتا ہے۔ ان کا نام مُسلم اور والد کا نام حجاج ہے۔

ولادت:۔ آپ ۲۰۲ھ یا ۲۰۶ھ میں خراسان کے مشہور شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ وفات:۔ ۲۵ رجب ۲۶۱ھ۔

آپکی تصنیفات بہت ہیں لیکن صحیح مُسلم سب سے زیادہ مشہور و متداول ہے۔ اور کتاب اللہ کے بعد بخاری اور مسلم کا مرتبہ ہے۔

بخاری (۶) امیر المؤمنین فی الحدیث ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری۔ ولادت:۔ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بروز جمعہ۔ بعد نماز جمعہ بخارا میں پیدا ہوئے۔ وفات:۔ ۲۵۶ھ۔

آپ نہایت قوی الحفظ تھے۔ ان کے واقعات مشہور و معروف ہیں۔

تلامذہ تقریبًا نوے ہزار شاگرد ہیں۔ ان کے شاگردوں میں بڑے پائے کے محدث یہ ہیں۔ (۱) امام ترمذیؒ (۲) امام مسلمؒ (۳) امام نسائیؒ (۴) ابوزرعہؒ (۵) ابوحاتمؒ (۶) ابن خزیمہؒ۔

بخاری شریف کے بارے میں امت کا اجماع یہ ہے کہ یہ کتاب اللہ کے بعد سب سے

زیادہ صحیح کتاب ہے۔ جس کی بہت سی شروحات ہیں ان میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں (۱) فتح الباری جو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تصنیف ہے (۲) عمدۃ القاری علامہ عینیؒ کی تصنیف ہے (۳) ارشاد الساری جو قسطلانی کے نام سے مشہور ہیں۔ (۴) عون الباری۔ نواب صدیق حسن خاںؒ کی تصنیف ہے (۵) فیض الباری علامہ انور کشمیریؒ کے افادات ہیں جو ان کے شاگرد رشید مولانا بدر عالم میرٹھی نے درس کے وقت لکھے تھے (۶) حاشیہ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری متوفی ۱۲۹۷ھ اس کے آخری حصہ کی تکمیل حضرت نانوتویؒ نے کی ہے (۷) لامع الدراری۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے درس کے افادات ہیں۔ اس پر شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کا بہت بہترین حاشیہ ہے۔

(۷) سالم سالم نام کے بہت سے حضرات گذرے ہیں لیکن حضرت کی مراد مولانا محمد سالم صاحب مدظلہٗ ہیں جو حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ صاحب کے فرزند ارجمند ہیں۔

(۸) بہاری اس سے مراد مولانا محمد حسین صاحب بہاریؒ ہیں جو دار العلوم دیوبند کے پرانے استاذ ہیں جو مولانا بہاری کے نام سے مشہور ہیں۔ اور دونوں کی شان جدا جدا ہے۔ حضرت الاستاذ مولانا محمد حسین صاحب بہاری کا ۱۴۱۳ھ میں انتقال ہو گیا۔ مزاراتِ قاسمیہ میں مدفون ہیں۔

بہر حال حضرت فرماتے ہیں کہ میں سلمہؓ اور فزاریؓ اور عروہ اور ابوذر غفاری میں اور مسلم و بخاری میں اور مولانا سالم اور مولانا بہاری میں اللہ ہی کا مشاہدہ کرتا ہوں۔

استاذ کے ہنٹر میں ٭ صیاد کے منتر میں
فصاد کے نشتر میں ٭ جلاد کے خنجر میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

ہنٹر کے معنی کوڑا ۔ صیاد: شکاری ۔ منتر: جادو، سحر، افسوں ۔ فصاد: جراح، فصد کھولنے والا، نشتر: زخم چیرنے کا اوزار ۔ جلاد: پھانسی دینے والا، جان لینے والا ۔ خنجر: ایک ہتھیار جو چھرے کی قسم کا ہوتا ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ استاذ کی قمچی اور شکاری کے منتر میں اور جراح کے اوزار میں اور جلاد کے خنجر میں، میں اللہ کو دیکھتا ہوں ۔

صندل میں چنبیلی میں ٭ عطار میں تیلی میں
پھاٹک میں حویلی میں ٭ میرٹھ میں بریلی میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

صندل: یعنی چندن ۔ یہ ایک قسم کی خوشبودار لکڑی ہے جس کی دو قسمیں ہیں۔ سرخ اور سفید۔ صندل کی لکڑی کا سفوف دواؤں میں استعمال کیا جاتا ہے جس کو بُرادہ صندل کہتے ہیں ۔ چنبیلی: ایک خوشبودار پھول ۔ عطار: عطر فروش، دوا فروش ۔ تیلی: ایک قوم ہے جو تیل نکالتی اور بیچتی ہے۔ مجازاً نہایت گندے اور میلے کچیلے شخص کو کہدیتے ہیں ۔ پھاٹک: دروازہ ۔ حویلی: بلڈنگ، بڑا مکان ۔ میرٹھ: یوپی کا مشہور شہر ہے بریلی: یوپی کا مشہور شہر ہے۔ اور بریلوی سے مبتدعین کا رضاخانی فرقہ مشہور ہے کیونکہ ان کے پیشوا مولوی احمد رضا خان بریلی کے رہنے والے ہیں ۔ جیسے ہماری جماعت دیوبند کیطرف منسوب ہوکر دیوبندی کہلاتی ہے۔ اُن کی تردید میں مختلف کتابیں اور رسائل لکھے گئے ہیں ۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں صندل میں اور چنبیلی میں، عطار اور تیلی میں، دروازہ میں اور مکان میں، میرٹھ میں اور بریلی میں اللہ کا مشاہدہ کرتا ہوں ۔

دہلی کی رنگیلیوں میں ۔ لکھنؤ کے چھبیلوں میں
کوکن کے نشیلوں میں ۔ سورت کے رسیلوں میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت دہلی : ہندوستان کی راجدھانی ہے۔ کسی زمانہ میں علماء ومشائخ اور اولیاء کا مرکز رہا ہے۔ اسکے آثار اب بھی اسمیں پائے جاتے ہیں۔

رنگیلا : رنگین مزاج، خوش پوشاک، زندہ دل، وضع دار، عیاش۔ ہر معنی فٹ ہے۔ وہاں رنگین مزاجی، زندہ دلی، وضع داری، عیاشی، خوش پوشاکی ساری چیزیں موجود ہیں۔ لیکن یہاں رنگیلوں سے محمد شاہ رنگیلے کیطرف اشارہ ہے۔ متوفی ۱۱۶۱ھ۔ پورا نام ہے روشن اختر محمد شاہ (رنگیلا) وہ شخص بڑا نکتہ سنج تھا جس نے محمد شاہ کو رنگیلے کا نام دیا، اسی کے دور میں نادر شاہ کا حملہ ہوا۔ اور دہلی میں قتل عام ہوا اور نادر شاہ تخت طاؤسی لوٹ کرلے گیا۔ تقریباً تیس ۳۰ سال اسکی حکومت رہی۔ ولادت ۱۱۱۴ھ۔ وفات ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء۔ انتیس ۲۹ سال آٹھ ماہ اسکی حکومت رہی۔ یعنی از ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸ء تا ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء۔ مدفن درگاہ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ۔

دھلی کی بعض خصوصیات : (۱) ہر طبقہ کے آدمی کیلئے وہاں سامان فرحت موجود ہے (۲) تقریباً وہاں کے باشندوں میں عموماً شرافت ہے (۳) دہلی کا کھانا بہت مشہور ہے۔ اتنا پُر تکلف کھانا ہندوستان کے شہروں میں دیکھنے میں نہیں آیا۔

لکھنؤ :۔ یوپی کی راجدھانی ہے۔ یہاں کی اردو زبان ہر جگہ کی زبان سے عمدہ ہے۔ بہت اچھا شہر ہے۔ بہت سے علماء اور محققین یہاں پیدا ہوئے۔ یہاں کی نزاکت ضرب المثل ہے۔

چھبیلا : خوش وضع ، رنگیلا۔
کوکن : یہ ہندوستان کا ایک شہر ہے ۔ نشیلا : نشہ میں سرشار ، بدمست ، متوالا
سورت ، گجرات کا مشہور شہر ہے ۔ رسیلا : رس بھرا ہوا ۔ اور بمعنیٰ رنگیلا ۔
حضرت فرماتے ہیں کہ میں دہلی کے رنگیلوں میں ، اور لکھنؤ کے رنگیلوں میں ، اور
کوکن کے نشیلوں اور رنگیلوں میں اور سورت کے رسیلوں میں اللہ ہی کا مشاہدہ کرتا ہوں ۔

بنگال کے بالوں میں ❋ لبنان کے لالوں میں
سوڈان کے کالوں میں ❋ گجرات کے گالوں میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

بنگال : ہندوستان کا ایک صوبہ ہے اور بنگلہ دیش
ایک مستقل ملک ہو گیا ہے ۔ یہاں کے لوگ بال رکھنے
کے بہت عادی ہیں اور زلف بنگال بہت مشہور ہے ۔
لبنان :۔ یہ عرب کا مستقل ملک ہے جو مسلمانوں اور عیسائیوں کی مشترک
حکومت ہے ، حکومت اسلامی نہیں ہے ۔ یہاں کے لوگ سرخ اور خوبصورت
ہوتے ہیں ۔
سوڈان :۔ ایک ملک ہے یہاں کے لوگ کالے ہوتے ہیں ۔
گجرات :۔ ہندوستان کا مشہور صوبہ ہے ۔ یہاں روئی کا گالہ بہت مشہور ہوتا ہے ۔
حضرت فرماتے ہیں کہ بنگال کے بالوں میں ، اور لبنان کے لالوں اور سوڈان کے
کالوں میں اور گجرات کے گالوں میں ، میں اللہ ہی کو دیکھتا ہوں ۔

بچپن میں جوانی میں ❋ شاہی میں شبابی میں
آزاد بیانی میں ❋ پابندِ زبانی میں !

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت شاہی: بادشاہت۔ شبان: چرواہا اور گڈریا۔ شبانی سے مراد غریبی۔ آزاد بیانی: جو منھ میں آئے بکے۔ جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ پابندزبانی: زبان کی احتیاط۔

حضرت فرماتے ہیں کہ بچپن اور جوانی میں، بادشاہت اور فقیری میں، آزاد زبان میں اور محتاط زبان میں، میں ان تمام چیزوں میں اللہ ہی کا مشاہدہ کرتا ہوں۔

زلفوں کی اسیری میں ۞ ماتھے کی لکیری میں
ثروتؔ میں فقیری میں ۞ حلوے میں خمیری میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت محبوبہ کی زلفیں عاشق کو اپنے جال میں محبوس کرلیتی ہیں۔

شعر

دل کو کر دیتا تھا چھلنی ہائے وہ انداز نو ۔۔۔ شاخ سنبل کیطرح زلفوں کا لہرانا ترا

پیشانی میں جو شکن ہوتی ہے وہ ماتھے کی لکیری ہے۔ ثروت: مالداری۔ فقیری: غریبی۔ حلوہ: مٹھائی۔ خمیری: وہ روٹی جس کو خمیر اٹھا کر پکائی جائے۔

تو حضرت فرماتے ہیں کہ میں زلفوں کی اسیری میں اور پیشانی کی لکیری میں اور مالداری اور غریبی میں، حلوے اور خمیری میں، میں اللہ ہی کو دیکھتا ہوں۔

تسبیح کے دانوں میں ۞ ترجیل کے شانوں میں
سجدے کے نشانوں میں ۞ خاموش فسانوں میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت ترجیل: کنگھی کرنا، شانہ: کنگھی۔ سجدہ کا نشان: جو نماز کی وجہ سے پیشانی پر پڑ جاتا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۔ فسانہ: گھڑا ہوا قصہ۔

کہانی، سرگذشت، حال و احوال۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں تسبیح کے دانوں میں جو شیطان کیلئے ہنٹر ہے۔ اللہ ہی کو دیکھتا ہوں۔ اسی طرح کنگھی کے دندانوں میں اللہ کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ اور سجدے کے نشانوں میں بھی اللہ کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ اور خاموش احوال میں اللہ کا مشاہدہ کرتا ہوں۔

تعبیر منامی میں ✵ تعطیر انامی میں
تفسیر تعامی میں ✵ تقریر کلامی میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

تعبیر منامی: خواب کی تعبیر۔ فن تعبیر ایک لطیف فن ہے۔ جس کے اصول وضوابط ہیں جو تعبیر الرؤیا کے شروع میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس فن کی مشہور کتاب ہے "تعطیر الانام فی تعبیر المنام" جو شیخ عبدالغنی النابلسیؒ کی تصنیف ہے۔ دو جلدوں میں ہے، مصر کی چھپی ہوئی ہے۔ اس کی جلد اول کے حاشیہ پر حضرت محمد بن سیرینؒ کی ایک کتاب چڑھی ہوئی ہے جس کا نام ہے "منتخب الکلام فی تفسیر الاحلام"۔ اور جلد ثانی کے حاشیہ پر خلیل بن شاہین ظاہری کی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے "کتاب الاشارات فی علم العبارات"۔

(۱) ابن سیرین :- محمد بن سیرین البصری الانصاری بالولاء، تابعی ہیں اپنے زمانہ کے علوم دین کے امام ہیں، بہترین محدث ہیں۔ زہد اور فن تعبیر میں بہت مشہور ہیں۔ تعبیر الرؤیا، اور منتخب الکلام فی تفسیر الاحلام انکی جانب منسوب ہیں۔ ولادت ۳۳ھ ۶۵۳ء۔ وفات ۱۱۰ھ ۷۲۹ء۔

(۲) عبد الغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی۔ کثیر التصانیف ہیں۔ شاعر و ادیب اور دین کے بڑے عالم ہیں۔ ولادت ۱۰۵۰ھ ۱۶۴۱ء۔ وفات ۱۱۴۳ھ ۱۷۳۱ء۔

تصانیف :۔ (۱) تعطیر الانام فی تعبیر المنام (۲) الحضرۃ الانسیۃ فی الرحلۃ القدسیۃ
(۳) ذخائر المواریث فی الدلالۃ علیٰ مواضع الاحادیث۔ تفصیل کیلئے دیکھئے الاعلام للزرکلی ج۳ ص۳۳
(۳) خلیل بن شاہین الظاہری :۔ ابن شاہین کے نام سے مشہور ہیں۔
ولادت ۸۱۳ھ/۱۴۱۰ء ۔ وفات ۸۷۳ھ/۱۴۶۸ء "کتاب الاشارات فی علم العبارات: فن
تعبیر میں انھیں کی کتاب ہے۔

تفسیر تعامی یہ کسی کتاب کا نام نہیں ہے بلکہ تعامی لغوی معنٰے میں ہے۔
بتکلف اندھا بننا۔ اور یہ ان لوگوں کی تفاسیر کی جانب
اشارہ ہے جو اندھے ہوکر اور حقائق سے دور ہوکر الٹی سیدھی تفسیر کرتے ہیں۔ یا تو
اپنے مسلک کی ناجائز حمایت میں جیسے روافض کا شعار ہے یا شرائط تفسیر سے عدم
واقفیت کیوجہ سے۔

تقریر کلامی علم کلام نام ہے حکمت شرعیہ اصلیہ کا، بالفاظ دیگر علم التوحید
والصفات کا، بالفاظ دیگر عقائد دینیہ کو دلائل یقینیہ کے
ساتھ جاننا۔ ملاحظہ ہو شرح مقاصد ص۵ ج۱، علم عقائد اور علم کلام میں عموم خصوص
من وجہ کی نسبت ہے۔ تقریر نام کی متعدد کتابیں ہیں مگر یہاں مناسب اسکو
لغوی معنیٰ میں لینا ہے۔ اور علم کلام کی وجہ تسمیہ میں جو آٹھ اقوال بیان کئے جاتے
ہیں ان میں سے ایک تقریر و تکلم بھی ہے۔ تو تقریر اور کلامی میں بہت گہری مناسبت
ہے اور وجہ تسمیہ کی جانب بھی اشارہ ہے۔

علم کلام کی مشہور کتابیں (۱) الملل والنحل لابن حزم الظاہری متوفی ۴۵۶ھ
(۲) الفقہ الاکبر نسب الی ابی حنیفہؒ متوفی ۱۵۰ھ (۳) الرسالۃ القدسیۃ بادلتہا
البرھانیۃ للغزالیؒ متوفی ۵۰۵ھ (۴) تبصرۃ الادلۃ للشیخ ابی المعین
الحنفی متوفی ۵۰۸ھ۔ (۵) طوالع الانوار للبیضاوی متوفی ۶۸۵ھ (۶) تجرید

لنصیر الدین طوسی متوفی ۶۷۲ھ۔ آجکل جو زیادہ مشہور ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) شرح عقائد (۲) شرح مقاصد (۳) شرح مواقف (۴) مسایرہ للحافظ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ (۵) مسامرہ لابن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ

منصور کے سینے میں — یونسؑ کے سفینے میں
طائف میں مدینے میں — خاتم میں نگینے میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

یونسؑ (۱):۔ حضرت یونس علیہ السلام جو اکیسویں[21] نبی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل میں سے ہیں۔ جنکو مچھلی نے کھالیا تھا اور وہ اس کے پیٹ میں محفوظ رہے پھر مچھلی نے انکو اگل دیا تھا تو مچھلی ان کا سفینہ اور انکی کشتی تھی۔

منصور (۲) اس سے مراد ابن منصور ہیں۔ یعنی حسین بن منصور الحلاج وفات ۳۰۹ھ/۹۲۲ء۔ کبھی تو انکا شمار اونچے عبادت گذاروں میں اور زاہدوں میں ہوا ہے۔ اور کبھی انکو ملحدین کے زمرہ میں داخل کر دیا گیا ہے۔ انکی کچھ تالیفات ہیں جس کی تفصیل الاعلام للزرکلی صفحہ ۲۶۰/ج۲ میں موجود ہے۔

شیخ فریدالدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں انکا تذکرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں حضرت حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ عجیب شان کے بزرگ تھے آپ کے واقعات عجیب و غریب ہیں۔ آپکا طرز آپ ہی کیلئے مخصوص تھا۔ آپ سوز و اشتیاق میں غرق تھے۔ آپکی تصانیف عبارات مشکلہ اور کلمات مغلقہ میں بیحد ہیں۔

اکثر صوفیاء نے آپکا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ تصوف سے واقف نہیں مگر حضرت ابن عطاء اور حضرت عبداللہ بن خفیف اور حضرت شبلیؒ اور حضرت ابوالقاسم گرگانی اور حضرت شیخ ابوعلی فارمدی اور حضرت شیخ یوسف ہمدانیؒ

نے کہا ہے کہ آپکی باتیں سراسر راز تھیں۔ اور بعض نے آپ کے بارے میں بالکل سکوت اختیار کیا ہے جیسے حضرت ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ اگر منصور مقبول تھے تو خلق کے انکار سے مردود نہیں ہو سکتے۔ بعض آپکو جادوگر کہتے ہیں اور بعض ظاہر بینوں نے آپکو کافر کہا ہے اور بعض کا قول ہے کہ آپ اصحابِ حلول میں سے تھے اور بعض کا مقولہ ہے کہ آپکا تکیہ اتحاد میں تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو ذرا بھی توحید سے واقف ہوگا وہ ہرگز آپ پر حلول اور اتحاد کا خیال نہ کریگا اور اس کا قائل خود توحید سے ناواقف ہے۔ بغداد میں کچھ زندیقوں نے حلول اور اتحاد کے خیال میں گمراہ ہو کر اس بات کا دعویٰ کیا کہ ہم حلاجی ہیں حالانکہ وہ آپ کے کلام ہی کو نہیں سمجھے۔ اور اصل یہ ہے کہ اس واقعہ میں تقلید شرط نہیں ہے جسے اللہ یہ رتبہ دے وہی پا سکتا ہے۔ مجھے بڑا افسوس ہے کہ لوگ درخت سے اِنّی انا اللہ کی صدا کو جائز سمجھیں اور آپکی زبان سے انا الحق نکلنے کو خلافِ شرع سمجھتے ہیں۔ نیز جس طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت عمر رضؓ کی زبان سے کلام کیا اسی طرح آپکی زبان سے کلام کیا یہی خیال ایسا ہے جو حلول اور اتحاد کے تمام خیالاتِ واہیہ کو دور کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ خفیفؒ فرماتے ہیں کہ حسین بن منصور حلاج عالم ربانی ہیں۔ اور حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ میں اور منصور حلاج میں سوا اس کے کوئی فرق نہیں کہ لوگوں نے مجھے دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور انھیں عاقل سمجھ کر ہلاک کیا۔ تو اگر حسین بن منصور حلاج مطعون ہوتے تو ہرگز یہ دونوں بزرگ ان کی شان میں ایسے کلمات نہ فرماتے اور رہیں ان کے صوفی ہونے پر ان دونوں بزرگوں کی گواہی کافی ہے۔

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۶۴ تا ۶۶۔ شعر

تھا انا الحق، حق مگر منصور کو کہنی نہ تھی　　یار کی محفل کے باہر یار کی محفل کی بات

اس پر حضرتؒ نے یہ شعر سنایا ؎

حضرتِ منصور کہتے ہیں انا بھی حق کہتا　　دار تک تکلیف فرمائیں گراُن سے ہو سکے

خاتم : انگوٹھی ۔ طائف : حجاز کا ایک مشہور شہر ہے ۔ مدینہ : مشہور شہر ہے جہاں کی کچھ مٹی بھی عرشِ اعظم سے افضل ہے۔ یعنی روضۂ اقدس میں جو مٹی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر سے متصل ہے اس کا مرتبہ عرشِ اعظم سے افضل ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے شامی ص ۲۵۷/ج۲ ۔ شامی دیوبند ص

حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ میں حضرت یونس علیہ السّلام کی کشتی میں اور حسین بن منصور حلاج کے سینہ میں اور انگوٹھی اور نگینہ میں اور طائف اور مدینہ میں اللہ ہی کو دیکھتا ہوں۔

محراب میں منبر میں　　میزاب میں، فلٹر میں
کمخواب میں کھدر میں　　سیماب میں، سلور میں

میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

محراب ، منبر ۔ واضح ہیں ۔ میزاب : پرنالہ ۔ فلٹر : پانی صاف کرنیکا آلہ ۔ کمخواب : ایک قسم کا ریشمی کپڑا جو زری کے تاروں کی آمیزش سے بُنا جاتا ہے کھدّر : کھردرا سفید دیسی کپڑا ، موٹا کھردرا ۔

حضرت مولانا مدنیؒ کھدر پہنتے تھے اور اس سلسلہ میں ان کے بہت سے واقعات ہیں ۔ سیماب : پارہ ۔ سلور : مشہور دھات ہے جس کے برتن مروج ہیں ۔

حضرت فرماتے ہیں کہ محراب و منبر اور پرنالہ اور فلٹر اور کمخواب اور کھدر اور پارہ اور سلور میں ، میں اللہ ہی کو دیکھتا ہوں ۔

شمشاد میں سوسن میں ❀ آزاد میں، ٹنڈن میں
نیٹال میں، لندن میں ❀ سسرال میں، سمدن میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

شمشاد : ایک لمبا خوبصورت درخت۔ جس کے شعرا معشوق کے قد کو تشبیہ دیتے ہیں۔ سوسن : آسمانی رنگ کا ایک پھول جسے شعراء زبان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ آزاد : مولانا ابوالکلام آزادؒ۔ احمد بن خیر الدین، محی الدین لقب ہے۔ ابوالکلام آزاد سے مشہور ہیں۔ انھوں نے آزاد لقب اس لئے اختیار کیا تاکہ انکی فکری آزادی پر دلالت کرے۔ بہترین خطیب و مقرر ہیں۔ ولادت مکہ میں ویسے دہلی کے باشندے ہیں۔ ابتدائی تعلیم مکہ میں حاصل کی پھر عمر کے چودہویں سال میں جامع ازہر کا قصد کیا پھر وہاں سے ہندوستان آ کر کلکتہ تشریف لائے اور اردو زبان میں رسالہ الہلال جاری کیا۔ ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں مہاتما گاندھی وغیرہ کے ساتھ رہے۔ پھر پنڈت جواہر لال نہرو کے مشیر کار رہے، اور انگریز کی قید میں جواہر لال کے ساتھ رہے۔ انھیں کے زمانہ میں ۱۹۴۷ء میں ہندوستان آزاد ہو گیا تھا اور ہندوستان کی تقسیم ہو گئی۔ انھوں نے ہندوستان میں قیام اختیار کیا۔ ولادت ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ء۔ وفات ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۸ء۔

ٹنڈن :۔ پرسوتم داس ٹنڈن۔ ہندوستان کا سیاسی لیڈر جواہر لال کا معاصر۔

نیٹال :۔ ساؤتھ افریقہ میں ایک ساحلی صوبہ کا نام ہے۔

لندن :۔ برطانیہ کی راجدھانی ہے بہت خوبصورت اور ساری دنیا میں مشہور شہر۔

سسرال :۔ ساس یا خسر کا گھر۔ سمدن : دولھا یا دلھن کی مائیں آپس میں سمدن کہلاتی ہیں۔ اسی طرح ایک فریق کے باپ کیلئے دوسرے فریق کی

ماں سمدن ہوتی ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں شمشاد اور سوسن میں اور مولانا آزاد اور ٹنڈن میں، اور نینتال اور لندن میں، اور سسرال اور سمدن میں اللہ ہی کا مشاہدہ کرتا ہوں۔

ہر ماہ کے مہماں میں ٭ ہر قلب کے ارماں میں
ہر درد کے درماں میں ٭ ہر شاہ کے فرماں میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

ہر ماہ[1] کے مہمان میں :۔ اس سے مراد ہلال ہے۔ (یعنی چاند) جو ہر مہینہ میں نیا آتا ہے کیونکہ وہ سورج کی طرح نہیں رہتا بلکہ روزانہ گھٹتا بڑھتا ہے، اسکی اٹھائیس ۲۸ منزلیں اللہ تعالیٰ نے مقرر کردی ہیں جنکو وہ ایک معین نظام کے تحت درجہ بدرجہ طے کرتا ہے۔ اسی کی رفتار سے قمری مہینوں کا وجود وابستہ ہے۔ اسی لئے اس کو حضرت نے ہر ماہ کا مہمان ارشاد فرمایا۔

ہر قلب[2] کے ارمان :۔ قلب بمعنیٰ دل۔ قلب کے اصل معنٰے الٹ پھیر کے ہیں۔ اور یہی حال دل کا بھی ہے۔ وَمَا سُمِّیَ الاِنْسَانُ اِلَّا لِاُنْسِہٖ وَمَا القَلْبُ اِلَّا اَنَّہٗ یَتَقَلَّبُ ۔

ارمان : تمنا، آرزو، خواہش، شوق و اشتیاق۔

درد : دکھ، تکلیف۔ درماں : علاج، دوا دارو، چارہ گری

شاہ : بادشاہ۔ فرماں : حکم۔

حضرت فرماتے ہیں کہ ہر مہینے کے مہمان میں اور ہر دل کی تمنا اور شوق میں اور ہر درد کے علاج میں اور ہر حاکم کے حکم میں، میں اللہ ہی کو دیکھتا ہوں۔

لبّیک صباحی میں ☆ منحر کی اضاحی میں
چھاگل میں، صُراحی میں ☆ مرکز میں، نواحی میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت لبّیک : بمعنے حاضری ۔ صباح : سحر تڑکا ۔ یعنی بوقت سحر دربارِ ایزدی کی حاضری، یعنی عبادت میں اشتغال، ذکر و اذکار میں اشتغال ۔ لبیک کے اندر نحوی بحث کافیہ اور شرح جامی میں مفصل مذکور ہے ۔

منحر : حلق میں ذبح کرنیکی جگہ، مقام ذبح، یعنی منٰے کا وہ مقام جہاں قربانی کی جاتی ہے ۔ اضاحی : قربانیاں ۔

چھاگل : چھوٹی سی مشک، مٹی کا وہ برتن جس میں مسافر پانی بھر لیتے ہیں ۔

صراحی : پانی وغیرہ رکھنے کا لمبی گردن کا چھوٹا برتن ۔ اس سے معشوقہ کی گردن کو تشبیہ دی جاتی ہے ۔

مرکز : کسی چیز کا اصل مقام ۔ نواحی : اطراف، آس پاس

حضرت فرماتے ہیں کہ بوقتِ سحر عبادت میں شغل میں، اور منٰی کی قربانیوں میں، اور چھاگل اور صراحی میں، اور مرکز اور نواحی میں، میں اللہ ہی کا مشاہدہ کرتا ہوں ۔

روزوں میں، نمازوں میں ☆ عیدوں میں، جنازوں میں
ریلوں میں، جہازوں میں ☆ نازوں میں، نیازوں میں ✓
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت اس کی تفسیر واضح ہے ۔ بس دو لفظوں کے معنے عرض ہیں ۔
نیاز : حاجت، آرزو، اظہارِ محبت، مسکینی، پرشاد،

تبرک، تحفۂ درویشاں، نذر، بھینٹ، چڑھاوا، ملاقات، رُوشناسی۔

ذاکر میں، مراقب میں ❊ زائر میں، مصاحب میں
ناظر میں، محاسب میں ❊ غافر میں، معاقب میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت

ذاکر : ذکر کرنیوالا، اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے والا۔ جواہل اللہ کا طریقہ ہے کہ وہ خلوت وجلوت میں بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے۔

مراقب : مراقبہ کرنے والا۔ مراقبۃٌ۔ بمعنی نگہبانی کرنا یعنی اپنے احوال کی نگہبانی کرنا۔

قال السیدُ المُراقَبۃُ استدامۃُ علمِ العبدِ باطلاعِ الربِّ علیہِ فِی جَمِیعِ اَحْوالِہ "یعنی بندہ کی یہ کیفیت ہو جائے کہ ہر وقت اس کو یہ خیال واستحضار رہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام احوال پر مطلع ہے۔ اسی کا نام استحضار ہے۔

شعر

؎ جو گُر حضرت نے فرمایا ہے استحضار و ہمت کا | سراسر نسخۂ اکسیر ہے اصلاح امت کا۔

زائر : زیارت کرنیوالا، یاتری۔

مصاحب: ساتھی، جلیس، ہمنشیں، ہم صحبت، خاص دوست۔

ناظر : دیکھنے والا، محرروں کا سردار، اور بمعنی داروغہ، اور کنایۃً بمعنی جاسوس۔

محاسب : علمِ حساب سے واقف، حساب کرنیوالا، اور بمعنی کوتوال۔

غافر : چھپانے والا، گناہ بخشنے والا۔ معاقب : سزا اور عذاب دینے والا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ ذاکر و مراقب میں اور ہر آنیوالے اور ساتھ رہنے والے میں، اور ہر ناظر و محاسب میں اور غافر و معاقب میں، میں اللہ ہی کو دیکھتا ہوں۔

اذکارِ نواوی میں ☆ آثارِ سخاوی میں
اسرارِ مناوی میں ☆ انظارِ طحاوی میں
میں نے تمہیں دیکھا ہے

وضاحت نووی[1] یا نواوی۔ یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن الحزامی الحورانی النووی الشافعی ابوزکریا محی الدین۔ فقہ اور حدیث کے علامہ اور امام ہیں۔

ولادت ۶۳۱ھ ۱۲۳۳ء۔ وفات ۶۷۶ھ ۱۲۷۷ء۔

نوا: شوریہ کے اندر حوران کی ایک بستی ہے۔ اسی کی جانب منسوب ہوکر آپ نووی کہلاتے ہیں۔ دمشق میں علم حاصل کیا۔ امام نوویؒ کے نام سے مشہور ہیں۔

تصانیف (۱) تہذیب الاسماء واللغات (۲) منہاج الطالبین (۳) الدقائق (۴) تصحیح التنبیہ۔ فقہ شافعی میں (۵) المنہاج۔ شرح مسلم شریف۔ جو آج کل مسلم کے ساتھ چھپی ہوئی ہے۔ (۶) التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر النذیر۔ جو تقریب النواوی کے نام سے مشہور ہے جس کی علامہ سیوطیؒ نے تدریب الراوی کے نام سے شرح کی ہے (۷) خلاصۃ الاحکام من مہمات السنن وقواعد الاسلام (۸) ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین (۹) بستان العارفین (۱۰) الایضاح۔ مناسک میں (۱۱) شرح مہذب (۱۲) روضۃ الطالبین۔ فقہ میں (۱۳) التبیان فی آداب حملۃ القرآن (۱۴) المقاصد۔ توحید کے موضوع پر ایک رسالہ ہے (۱۵) اربعین (چہل حدیث) بہت لوگوں نے اس کی شرح کی ہے (۱۶) الاشارات الی بیان اسماء المبہمات (۱۷) اذکارِ نواوی جس کا اصلی نام حلیۃ الابرار ہے جو الاذکار النوویہ کے نام سے مشہور ہے اسکے علاوہ اور بھی کتابیں ہیں جو آپ نے تصنیف کی ہیں۔

تنبیہ (۱): نووی اور نواوی دونوں طرح لکھنا درست ہے۔ ویسے امام نووی، نووی لکھتے تھے۔ اسی حلیۃ الابرار کیطرف حضرت نے اذکارِ نواوی سے اشارہ کیاہے۔

سخاوی (۲)

محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد شمس الدین سخاوی۔ اونچے مؤرخ اور عالم و محدث ہیں اور بڑے پایہ کے مفسر اور ادیب ہیں۔ سخا مصر کے اندر ایک بستی ہے۔ پیدائش قاہرہ میں ہوئی اور مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ ولادت ۸۳۱ھ ۱۴۲۷ء۔ وفات ۹۰۲ھ ۱۴۹۷ء۔

تصانیف

(۱) الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع۔ بارہ جلدوں میں ہے (۲) شرح الفیۃ العراقی۔ اصول حدیث ہیں۔ (۳) مقاصدِ حسنہ۔ حدیث میں (۴) القول البدیع فی احکام الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع۔ مزید تفصیل کیلئے دیکھئے الاعلام للزرکلی ص ۱۹۴/۶۷۔

ایک سخاوی اور ہیں۔ یعنی علم الدین علی السخاوی ولادت ۵۵۸ھ ۱۱۶۳ء وفات ۶۴۳ھ ۱۲۴۵ء۔ قرارت و اصول اور لغت اور تفسیر کے عالم ہیں۔

تصانیف:۔ (۱) جمال القراء و کمال الاقراء (۲) مفضل۔ علامہ زمخشری کی مفصل کی شرح (۳) شرح الشاطبیہ۔ ان کے علاوہ اور بھی کتابیں ہیں۔

اسرارِ مناوی (۳)

محمد عبدالرؤف بن تاج العارفین ابن زین العابدین الحدادی ثم المناوی القاهری۔ علوم و فنون کے بڑے علماء میں سے ہیں۔ بہت کم سوتے اور کھاتے تھے لہٰذا وہ بیماری میں مبتلا ہوگئے اور ان کے اطراف و اعضاء کمزور ہوگئے پھر ان کے بیٹے تاج الدین محمد انکی تالیفات کا املاء کرتے تھے۔

ولادت :۔ ۹۵۲ھ ۱۵۴۵ء۔ وفات ۱۰۳۱ھ ۱۶۸۳ء۔

تصانیف (۱) کنوز الحقائق (۲) التیسیر شرح جامع صغیر۔ (۳) شرح شمائل ترمذی (۴) الکواکب الدریۃ فی تراجم السادۃ الصوفیۃ۔

مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ الاعلام للزرکلی ص ۲۰۴/۶۷۔

ایک دوسرے مُناوی یحییٰ بن محمد بن محمد بن احمد ابوزکریا شرف الدین المناوی ولادت ۷۹۸ھ/۱۳۹۶ء۔ وفات ۸۷۱ھ/۱۴۶۷ء۔ فقیہ شافعی ہیں۔ دیارِ مصر کے قاضی رہے ہیں۔

تصانیف :۔ (۱) شرح مختصر مزنی (۲) اربعین۔ یہ محمد عبدالرؤف مناوی کے دادا ہیں۔

اور ایک تیسرے مُناوی ہیں محمد بن ابراہیم بن اسحٰق اسلمی المناوی ثم القاہری صدر الدین ابوالمعالی قاضی اور حدیث کے بڑے عالم ہیں۔

تصانیف :۔ کشف المناہج والتناقیح فی تخریج احادیث المصابیح۔

ولادت :۔ ۷۴۲ھ/۱۳۴۲ء۔ وفات ۸۰۳ھ/۱۴۰۱ء۔ لیکن عام طور سے اول زیادہ مشہور ہیں۔

انظارِ طحاویؒ امام طحاویؒ :۔ ابوجعفر احمد بن محمد ازدی طحاوی۔ طحا، صعید مصر کے دیہاتوں میں سے ایک گاؤں کا نام ہے جس کی طرف منسوب ہو کر آپ طحاوی کہلاتے ہیں لیکن صاحب معجم البلدان کی تحقیق یہ ہے کہ امام موصوف طحا کے باشندے نہیں تھے بلکہ اس کے قریب ہی ایک مختصر سی آبادی تھی جو تقریباً دس مکانات پر مشتمل تھی جس کو طحطوط کہتے ہیں اس کو امام صاحب کے وطنِ عزیز ہونیکا شرف حاصل ہے مگر آپ نے طحطوطی نسبت کو پسند نہیں فرمایا بلکہ اپنے وطن سے قریبی آبادی طحا کی طرف نسبت کی آپ امام طحاویؒ کے نام سے مشہور ہیں۔

ولادت ۲۲۹ھ میں ہوئی اور وفات ۳۲۱ھ میں ہوئی۔ ۹۲ سال کی عمر ہوئی۔ بالفاظِ دیگر سنِ ولادت مصطفٰے ۲۲۹ اور سن وفات محمد مصطفٰے ۳۲۱ اور عمر شریف

محمد ہے۔ آپ اونچے درجہ کے فقیہ اور محدث ہیں۔ امام مزنیؒ کے شاگرد اور بھانجے ہیں جو امام شافعیؒ کے اجل تلامذہ میں سے ہیں، ابتدائً شافعی تھے پھر آپ کا رجحان فقہ حنفی کیطرف ہوگیا جس کی مختلف وجوہات نقل کی جاتی ہیں مگر ان میں سے کچھ من گھڑت اور بعض ضعیف ہیں۔ اصلی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے استاذ اور ماموں امام مزنیؒ کو دیکھتے کہ پیچیدہ مسائل میں کتب حنفیہ کا مطالعہ کرتے ہیں اور اسی کے مطابق فیصلہ صادر فرما دیتے ہیں، آپ کا بھی کتب حنفیہ کی جانب میلان ہوا۔ جب آپ نے فقہ احناف کی کتابیں دیکھیں تو حنفیہ کے دلائل مضبوط دیکھے لہٰذا اس کے بعد امام طحاویؒ قاضی احمد بن ابو عمران سے باقاعدہ فقہ حنفی حاصل کرنا شروع کیا۔

بعض حضرات نے امام طحاویؒ کو مجتہدین کے طبقۂ ثالثہ میں شمار کیا ہے مگر شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے امام طحاویؒ کو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے طبقہ میں شمار کیا ہے۔

تصانیف امام طحاویؒ کی تالیفات ازدیادِ فوائد کے لحاظ سے دیکھی جائیں یا جامعیت وتحقیق کے لحاظ سے ہر طرح نہایت مقبول و ممتاز رہی ہیں۔ جن کو علماء و فقہاء نے ہمیشہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے لیکن بہ نسبت متاخرین کے متقدمین میں ان کا اہتمام زیادہ رہا ہے اسی لئے آپکی کتابیں بہت کم طبع ہوسکیں۔ مشہور و اہم تالیفات یہ ہیں۔ (۱) مشکل الآثار۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ آپ کی آخری تصنیف ہے۔ جس کا اصل نام مشکل الحدیث ہے۔ عام طور سے لوگ مشکل الآثار کے نام سے جانتے ہیں۔ (۲) اختلاف العلماء (۳) احکام القرآن۔ یہ بیس اجزاء میں ہے۔ (۴) کتاب الشروط الکبیر فی التوثیق۔ (۵) الشروط الاوسط (۶) مختصر الطحاوی فی الفقہ: فقہ حنفی میں سب سے

پہلی نہایت معتمد اور اعلیٰ تصنیف ہے (۷) عقیدۃ الطحاوی - جو دار العلوم میں سالِ پنجم میں داخلِ درس ہے۔ فقیر نے اس کی شرح بھی لکھی ہے جو درس عقیدۃ الطحاوی کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ (۸) سنن الشافعی :- اس میں وہ سب احادیث جمع کردی ہیں جو امام مزنیؒ کے واسطے سے امام شافعیؒ سے مروی ہیں (۹) التاریخ الکبیر اور اس کے علاوہ بہت سی کتابیں ہیں۔

خلاصۂ کلام امام طحاویؒ اپنے معاصرین اور اپنے بعد کے لوگوں میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ اور ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اعلم الناس بمذہب ابی حنیفۃؒ یعنی ابو حنیفہؒ کے مذہب کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حنفیہ کے دو بیرِسٹر ہیں۔ ایک امام طحاویؒ اور دوسرے حافظ ابن ہمامؒ۔

نظرِ طحاوی :- امام طحاویؒ کی مشہور کتاب ہے۔ شرح معانی الآثار جو دار العلوم میں دورہ کے سال میں داخلِ درس ہے اور طحاوی شریف کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب میں امام طحاوی احادیث کی تخریج کے بعد محاکمہ کرتے ہیں۔ اور پھر اس پر اپنی نظر و فکر قائم کرتے ہیں یعنی پوری طرح محاکمہ کرکے تفقہ کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔ طحاوی کی نظر خوب مشہور ہے اسی کو حضرت نے انظارِ طحاوی فرمایا ہے۔

تو حضرت فرماتے ہیں کہ امام نوویؒ کی اذکار میں اور علامہ سخاویؒ کے آثار و تصانیف میں اور علامہ مناویؒ کے اسرار و حِکَم میں جو انھوں نے اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں اور امام طحاویؒ کی نظروں میں، میں اللہ ہی کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ وصلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

محمد یوسف تاؤلی خادم التدریس دار العلوم دیوبند

۲۱ رجب ۱۴۱۱ھ